REGD NO.P. 67 PHONE NO. 35

جلسہ سالانہ نمبر

18th, 25th, FATA H. 1348.
18th, 25th, DECEMBER 1969

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں ظاہر ہو"

(بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

مدیر اعلیٰ
محمد حفیظ بقاپوری
نائب مدیر
خورشید احمد انور

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے روما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔
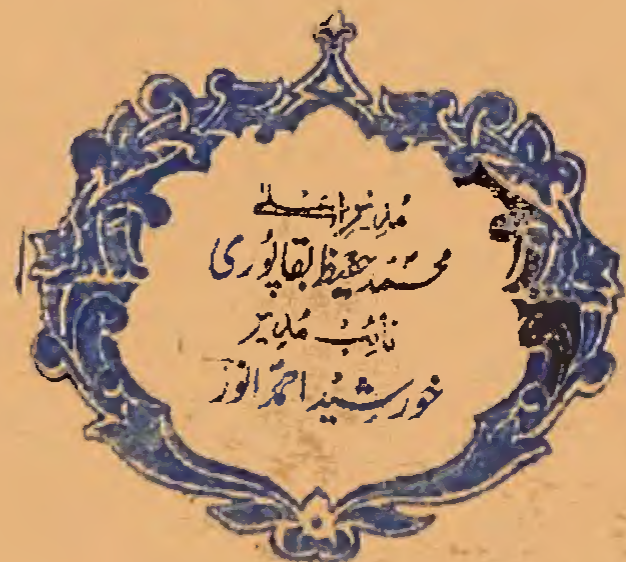
ہفت روزہ بدر قادیان
جلد ۱۸ — شمارہ ۵۱
۸/۱۵ شوال ۱۳۸۹ھ — ۱۸/۲۵ فتح ۱۳۴۸ ہش — ۱۸/۲۵ دسمبر ۱۹۶۹ء

ہوتی نہ اگر روشن وہ شمعِ رُخِ انور
کیوں جمع یہاں ہوتے سب دُنیا کے پروانے

(المصلح الموعود)

جماعتِ احمدیہ کا سالانہ جلسہ بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ۱۸۹۱ء میں اپنی جماعت کے سامنے اس مبارک جلسہ کی تحریک رکھتے ہوئے فرمایا:۔

" قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں چند روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت اور عدم موانع تاریخِ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔ تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربانی باتوں کو سُننے کیلئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے "۔ (آسمانی فیصلہ)

اور پہلے جلسہ سالانہ سے چند روز قبل ایک تحریک میں فرمایا:۔

" اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔ (اشتہار ۷/ دسمبر ۱۸۹۲ء)

اواخر دسمبر ۱۸۹۲ء میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ اس وقت سے لیکر اب تک بلا ناغہ یہ مبارک جلسہ ہر سال منعقد ہوتا چلا آرہا ہے اور وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کے مطابق ہر بعد میں آنے والا جلسہ سالانہ پہلے جلسہ سے زیادہ شان اور عظمت لیکر آتا ہے۔ کیا بلحاظ جلسہ میں حاضرین کی تعداد کے اور کیا بلحاظ جماعت کی وسعت اور ترقی کے۔ اور کیا بلحاظ مرکزِ سلسلہ کے ساتھ احبابِ جماعت کی دلی وابستگی اور حُسنِ عقیدت کے۔ اس کی وجہ حقیقت میں وہی ہے جس کی طرف عنوان میں مندرج شعر اشارہ کر رہا ہے۔ یہ سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پُر معارف کلام کا حصہ ہے۔ جس میں حضور نے دُنیا پہ واضح فرمایا ہے کہ یہ اُسی روشن اور انوارِ الٰہیہ سے منوّر شمع کی کشش اور جاذبیت کا ہی اثر ہے کہ آج اکنافِ عالم سے پروانے اس کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ روز بروز ترقی پر ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوبِ الٰہی بندہ کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ فَيُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ۔ کہ بندۂ الٰہی کی طرف لوگوں کی توجہ ہونے لگتی ہے۔ اور مقبولیت کا مقام حاصل ہونے لگتا ہے۔ اندر ہی اندر دلوں میں ایک جذب اور کشش اُس بندۂ حق کی طرف ہونے لگتی ہے۔ اس کے حلقۂ احباب کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ماموریت اللہ کی صداقت پر بطور دلیل اور واضح نشان اسی امر کو پیش کرتے ہوئے منکرین کے سامنے اس حقیقت کو رکھا ہے کہ

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ۔

کیا انہوں نے اس واضح امر کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم باطل کی زمین کو بتدریج کم کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا حق پرست غالب ہیں یا فریقِ ثانی جس نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ — !! مخالفین میں سے یکے بعد دیگرے بہت سے افراد کا کٹ کٹ کر ماموریت اللہ کی جماعت میں شامل ہوتے چلے جانا دلیل ہے اس بات کی کہ مامور کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس کے حق میں قدرتِ الٰہیہ نے بالآخر غلبہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ رُوحانی پہلو سے اگر دیکھا جائے تو جماعت احمدیہ کی صداقت کی یہی دلیل اس قدر وزنی اور ناقابلِ تردید ثبوت رکھتی ہے کہ کسی دوسری دلیل کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مشہورِ عالم کتاب براہین احمدیہ حصہ سوم (مطبوعہ ۱۸۸۲ء) میں جو عظیم الشان خبروں پر مشتمل الہامات درج کئے ہیں ان میں سے حسبِ ذیل الہامات خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ ان سے ہماری اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضورؑ کو الہاماً فرماتا ہے:۔

" أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ۔ يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ يَنْصُرُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهِ۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ "

' خبردار ہو کہ خدا کی مدد تجھ سے قریب ہے۔ وہ مدد ہر ایک دُور کی راہ سے تجھے پہنچے گی۔ اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔ اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔ خدا اپنی طرف سے تیری مدد کرے گا۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا'۔ (تذکرہ صفحہ ۵۰)

سبحان اللہ! کس قدر واضح پیشخبری ہے۔ اس پر آج ۸۷ سال گزرتے ہیں۔ اس کی صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ ——— اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مذکورہ پیشگوئی کے سترہ سال بعد اپنی ایک دوسری کتاب "سراج منیر" میں اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

" براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں مرقوم ہے ..... وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ اور اس کے بعد الہام ہوا وَسِّعْ مَكَانَكَ یعنی اپنے مکان کو وسیع کرلے۔
اس پیشگوئی میں صاف فرمایا کہ وہ دن آتا ہے کہ ملاقات کرنیوالوں کا بہت ہجوم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک کا تجھ سے ملنا مشکل ہو جائے گا پس تُو نے اس وقت ملال ظاہر نہ کرنا۔ اور لوگوں کی ملاقات پر تھک نہ جانا۔ سبحان اللہ یہ کس شان کی پیشگوئی ہے اور آج سے سترہ برس پہلے اس وقت بتلائی گئی ہے کہ جب میری مجلس میں شاید دو تین آدمی آتے ہوں گے اور وہ بھی کبھی کبھی — اس سے کیسا علمِ غیبِ خدا کا ثابت ہوتا ہے"۔
(تذکرہ صفحہ ۵۲)

اس واضح رنگ کی مقبولیت اور رجوعِ خلائق کے نشانِ عظیم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان الفاظ میں نظم فرمایا ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر	کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی	میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا	اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

جماعتِ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے ساتھ ساتھ جماعت کے دوسرے مرکز ربوہ کو بھی خدا تعالیٰ نے اسی طرح مرجعِ خلائق بنا دیا۔ جہاں کہ حضور علیہ السّلام کے سچے جانشین، جماعت کے مقتدر امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح قیام فرما ہیں۔ جیسا کہ الہام الٰہی میں پہلے ہی خبر دے رکھی تھی، آج ہر کس و ناکس اس امر کا بذاتِ خود مشاہدہ کر سکتا ہے کہ مرکزِ سلسلہ ربوہ میں حضرت امام عالی مقام کی ملاقات کے لئے آنے والے افراد کی کثرت کا حال الہام الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اور ملاقاتیوں کی اس کثرتِ تعداد کے باوجود حضرت امام عالی مقام کے چہرے پر جو بشاشت اور تر و تازگی مشاہدہ کی جاتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کثرتِ ازدحام کے وقت ملاقات کا جو قلبی سرور حاصل ہوتا اور ملاقاتیوں کو جو رُوحانی تسکین نصیب ہوتی ہے اس کی کیفیت الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے ——— اور یہ سب کچھ اُس منور شمع کے انوار کی تابانی اور خدائی انوار کا پرتَو ہے جسے نورِ ازلی نے پُرکشش بنا دیا اور اکنافِ عالم سے پروانے اس کی طرف بے اختیار کھچے چلے آتے ہیں ——— !!

(باقی دیکھیں صفحہ ۲۷ پر)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۵ ر فتح (دسمبر) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں ۸ ر فتح کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور ایدہ اللہ کی حرمِ محترم، حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی طبیعت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدُ للہ۔

قادیان ۱۵ ر فتح۔ ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ کے بعد شوال کا چاند دیکھا گیا۔ اس لئے قادیان میں ۱۱ ر فتح کو عید الفطر ہوئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پارک خواتین میں نماز عید پڑھائی اور ایک پُر لطف خطبہ دیا۔ احباب نے ایک دوسرے کو عید مبارک کہا۔

قادیان۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل مع جملہ درویشان کرام بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں ——— الحمد للہ۔

● ——— محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدُ للہ ٭

مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ خدا تعالے کے دین کی عظمت ظاہر ہو

اُس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بالا ہو

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں۔ اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں۔ اور ہر ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں۔ تب بھی مَیں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ میرے ساتھ ہے۔ مَیں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں۔ اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اَے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہؤا جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خُدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو! کہ میری رُوح ہلاک ہونے والی رُوح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔ اور خُدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ مَیں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میاں خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو مَیں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ اور ان کا پچھلا حال اُن کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جُدا ہونے والے ہیں اُن کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزّت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزّت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غدّاری کا داغ بڑا ہی بڑا داغ ہے ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

(انوار الاسلام صفحہ ۲۳)

اِسلام چیز کیا ہے؟ خدا کے لئے فنا!

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں　　جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں　　خود اپنی قدرتوں سے دکھائے کہ ہے کہاں
کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا　　لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جُدا
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا　　اَے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا　　ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خُدا
جو مر گئے اُنہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

(دُرّ ثمین اُردو)

"مَیں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہُوں۔ اور خدائے تعالےٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دُنیا اپنی سچائی کی تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہُوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہؤا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں؟"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۳)

اپنے دِل میں یہ احساس ہمیشہ بیدار رکھو کہ آپ صرف والدین کے ہی نہیں بلکہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہیں

نیکی کی بُنیاد بچپن میں ہی قائم کی جاسکتی ہے اس لئے ابھی سے یہ ارادہ کرلو کہ آپ نے ایسے بچے بننا ہے جن پر حضور فخر کر سکیں!

اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۳۴۷ ہش ۱۹۶۸ء کے موقعہ پر احمدی بچوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایمان افروز خطاب

مورخہ ۱۹؍ ماہ اخاء ۱۳۴۷ ہش کو دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی گراؤنڈ میں مجلس اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو خطاب فرمایا تھا اس کا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔　(خاکسار سلطان احمد پیر کوٹی)

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ پڑھیں۔

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ

(الاحقاف: آیت ۱۶)

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً۔ (آل عمران: آیت ۳۹)

اس کے بعد فرمایا۔

عزیز بچو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

آپ بچے مجلس خدام الاحمدیہ کی تقاریر میں بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اُس وقت میرے مخاطب نسبتاً بڑی عمر کے نوجوان ہوتے ہیں اسلئے ہوسکتا ہے کہ بعض باتیں وہاں ایسی کی جائیں جو آپ کی عمر اور سمجھ سے بالا ہوں۔ دُوسرے آپ کو یہ شوق ہوتا ہے کہ امام جماعت آپ میں آکر اور براہِ راست آپ سے بھی خطاب کریں اور امام کے دِل میں بھی اللہ تعالیٰ نے بچوں کے لئے

انتہائی شفقت اور پدرانہ رُوحانی محبّت

کو قائم کیا ہوتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر یہاں آکر بھی بعض باتیں آپ کے سامنے کہی جاتی ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ وہ باتیں آسان زبان میں کہی جائیں تاکہ آپ انہیں سمجھ سکیں۔

اس پدرانہ رُوحانی تعلق کی وجہ سے آپ کے متعلق خصوصًا اس لئے بہت فکر رہتی ہے کہ آپ صرف اپنے والدین کے یا امام جماعت کے بچے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ

نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بچے

ہیں اور ہمیں یہ فکر رہتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں کی جائے کہ وہ آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔

اللہ تعالیٰ نے ازخود ہمیں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ اَے ہمارے ربّ! ایسے سامان پیدا کر دے۔ ہمیں اس بات کی توفیق دے اور ہمارے بچوں کو سمجھ اور طاقت دے کہ ان کے اندر نیکی کی بُنیاد قائم ہو جائے۔ اور اس رنگ میں نیکی کی بُنیاد قائم ہو کہ وہ ذریّتِ طیبہ بن جائیں اور نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بچوں پر فخر کریں۔

نیکی کی بُنیاد

بچپن ہی میں پڑسکتی ہے۔ کیونکہ ساری عادتیں بچپن ہی میں پڑتی اور پختہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ذریّتِ طیبہ بننے کے لئے اور نیکی کی بنیاد کو قائم کرنے کے لئے جسم کی اور کپڑوں کی صفائی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض والدین بہت چھوٹی عُمر میں جب بچے کو ہوش بھی نہیں ہوتی اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اُن کا ناک صاف کر دیا جائے۔ نزلہ ہمارے ملک میں عام ہے۔ ناک جب بہتا ہے تو ماں باپ۔ بہن بھائی یا گھر کے دُوسرے بڑے افراد جو پاس ہوتے ہیں وہ ناک صاف نہیں کرتے اور اس کے نتیجہ میں اس بچے کو ایسی گندی عادت پڑجاتی ہے کہ جب وہ ۲۵ - ۳۰ - ۴۰ یا پچاس سال کا ہوجاتا ہے تب بھی اس کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ناک بہہ کر میرے ہونٹوں پر آگیا ہے اور دیکھنے والوں کے دِل متلا جاتے ہیں دیکھ کر بڑی گھن پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے

صفائی کو قائم رکھنے کے لئے یہ انتظام کیا ہے کہ جب ناک بہتا ہے تو ہونٹ کے اُوپر کے حصہ میں گدگدی ہوتی ہے اور فوراً انسان کا رُومال اُوپر اُٹھتا ہے۔ اور وہ ناک کو صاف کر دیتا ہے۔ لیکن بچپن میں جب ماں باپ یا گھر کے دُوسرے ذمہ دار افراد چھوٹے بچوں کا ناک صاف نہیں کرتے تو آہستہ آہستہ یہ حِس ماری جاتی ہے۔ یا دب جاتی ہے۔ احساس باقی نہیں رہتا۔ اور چونکہ احساس باقی نہیں رہتا اس لئے یہ گندگی بڑی عمر تک ساتھ چلتی ہے۔ پھر بڑی مشکل سے اس عادت کو اور اِس بے حِسی کو دُور کیا جاتا ہے۔

غرض بچپن کا زمانہ ہی بنیادوں کو قائم کرنے کا ہے۔ اور بچپن ہی میں نیکی کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔ ہم ہمیشہ آپ بچوں کو یہ وعظ اور نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ صاف رہا کرو۔ مناسب وقتوں پر نہانا ضرور چاہیئے تاکہ جسم کی گندگی دُور ہو جائے۔ جسم کے جو حصے ہر وقت ننگے رہتے ہیں مثلاً چہرہ ہے۔ ہاتھ ہیں۔ پاؤں ہیں اُن کو دِن میں کم ازکم پانچ بار وضو کرتے ہوئے اچھی طرح دھونا چاہیئے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے صفائی پر اس قدر زور دیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اپنے ٹخنوں کو جہنّم کے عذاب سے بچاؤ۔ یہ نہ ہو کہ دھوتے وقت بے خیالی میں پاؤں کے کچھ حصے بغیر دُھلے کے رہ جائیں۔ اور اس طرح تم اللہ تعالےٰ کی ناراضگی مول لے لو۔ مُنہ کو دھونا چاہیئے۔ ناک میں پانی ڈال کر اُسے صاف کرنا چاہیئے۔ آنکھوں کو مل کر دھونا چاہیئے۔ اور اگر ہوسکے تو ہر کھانے سے پہلے دانتوں کو اور مُنہ کو صاف کرنا چاہیئے۔ اس سے دانت بڑے مضبوط رہتے ہیں۔ اس میں جسمانی فائدہ بھی ہے اور معاشرہ میں بھی اس کا بڑا فائدہ ہے۔

آپ تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ بچے ہیں جنہوں نے

ساری دُنیا کو

اپنے سینہ سے لگانا ہے۔ ہم نے پیار کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے سینہ سے لگانا ہے ہم نے پیار کے ساتھ ساری دُنیا کو محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے لئے جیتنا ہے۔ اور اس پیار کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُن کے قریب جائیں۔ اور اُن کو اپنے سینہ سے لگائیں۔ اگر کوئی عیسائی یا دہریہ ہم سے زیادہ صاف ہو تو وہ کہے گا یہ میرا دِل جیتنے آئے ہیں لیکن انہوں نے منہ اور جسم کی بدبُو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا ہے۔ پس اگر ہم صفائی کی عادت نہ ڈالیں تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

بظاہر یہ ایک چھوٹی سی چیز ہے اور دنیوی چیز ہے۔ لیکن دُنیا کی کوئی چیز چھوٹی نہیں۔ جس کا ہمارے مذہب نے یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو ہر چیز ہی اہم ہے۔ اور ہر چیز ہی مؤثر ہے۔ اور ہر چیز کا ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ جو اسلام کے حق میں اچھا ہوتا ہے۔

ذریّتِ طیبہ بننے

اور نیکی پر قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بنیاد مضبوط ہو۔ جو مکان مضبوط بنیادوں پر کھڑے کئے جاتے ہیں۔ اُن کی دیواروں کو بارشوں، آندھیوں اور زلزلوں کے نتیجہ میں بعض دفعہ ہلکا سا نقصان تو پہنچ جاتا ہے لیکن وہ اپنی بنیادوں پر قائم رہتی ہیں۔ لیکن اگر اُوپر کی دیواریں بڑی مضبوط ہوں اور بنیاد کمزور ہو تو تھوڑی سی آفت ہی اس مکان کو گرا دے گی۔

کیونکہ جب بنیاد ہلے گی تو دیوار کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو وہ گر جائے گی۔ اسی طرح اگر ہم خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی پوری تربیت کرلیں۔ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اطفال کے دَور میں سے گزر کر جب وہ ہمارے پاس پہنچیں اور ان کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں۔ تو بڑی دقت پیش آئے گی۔ پھر بنیادوں کو کھودنا پڑے گا۔ ان میں سیمنٹ بھرنا پڑیگا (میں ظاہری مثال دے رہا ہوں) اور بڑی کوشش کے نتیجہ میں ان کی حفاظت کی جاسکے گی۔ لیکن اگر بنیاد مضبوط ہو تو اُوپر کی مرمتیں تو نسبتاً کم خرچ اور سہولت کے ساتھ کی جاسکتی ہیں۔ غرض جہاں تک آپ کا تعلق ہے نیکی کی بنیاد آپ کی عمروں میں قائم ہو جانی چاہیئے۔ اور اس لئے قائم ہو جانی چاہیئے کہ

اِسلام کے قائم کرنے

اور محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کئے جانے کا یہ مقصد نہیں تھا کہ صرف ایک نسل کی اصلاح کی جائے۔ اصل مقصد تو یہ تھا کہ قیامت تک ہر نسل جو پیدا ہو اس میں نیکی کی بنیادیں بڑی مضبوط ہوں اور نیکی کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو کر وہ اپنی زندگیوں کو اس رنگ میں گزاریں کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں۔ ایک وقت کے بعد مسلمان اس بنیادی اصل کو بھول گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ ساری دُنیا میں سب سے زیادہ اثر مسلمانوں ہی کا تھا۔ لیکن اس بنیادی اصُول کو بھُولنے کے نتیجہ میں بعد کی نسلیں جب پیدا ہوئیں تو آہستہ آہستہ ان کی تربیت میں کمی واقع ہوتی گئی۔ اور جوں جوں ان کی تربیت میں کمی ہوئی، نیکی کی بنیادیں کمزور ہوتی گئیں اور جوں جوں نیکی کی بنیادیں کمزور ہوتی گئیں وہ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے اس قدر وارث نہ رہے کہ جس قدر کہ اُن کے باپ دادا تھے۔ اور غیروں کو اُن پر فوقیت حاصل ہوگئی۔ اُس دنیا میں (اخروی زندگی میں) کسی کو جنّت کا نچلا حصّہ ملے گا اور کسی کو اُوپر کا حصّہ ملے گا لیکن

ہماری جنّت

اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس دنیا کی جنت کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ دنیا بھی تبھی ملے گی جب تم اسی دُنیا میں میری جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ شرط غیر مسلموں پر نہیں لگائی۔ غیر مسلموں کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ اصول بنایا ہے کہ اگر وہ دُنیا کمانے کی صحیح تدبیر کریں گے تو انہیں دُنیا مل جائیگی۔ لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔ وہاں انہیں جہنّم میں جلنا پڑے گا۔ اس دُنیا میں اُن کی کوشش اور تدبیر کے مطابق انہیں دنیوی انعام ملتے رہیں گے اور مل رہے ہیں۔ لیکن مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی ہے کہ تمہیں دنیا صرف اس وقت ملے گی جب تم دینی اور رُوحانی لحاظ سے میری رضا کی جنتوں میں داخل ہو جاؤگے جب آہستہ آہستہ بنیاد کمزور ہونی شروع ہوئی اور بہت ہی کمزور ہوگئی تو ہم مُسلمانوں کو دنیا کی ذِلتیں اٹھانی پڑیں۔ ان ذِلتوں کو سوچ کر بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہوں جاتے ہیں۔ دماغ بڑا پریشان ہوتا ہے کہ وہ قوم جس سے اللہ تعالیٰ کے بے شمار وعدے تھے۔ اگر وہ ان شرائط کو پُورا کرتی، جو اللہ تعالےٰ نے عائد کی تھیں اور ان ذمہ داریوں کو نبھاتی جو اُن پر ڈالی گئی تھیں۔ اور وہ کام کرتی جن کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا تھا۔ تو ساری دُنیا میں قابلِ عزّت صرف یہی ایک قوم تھی۔ لیکن اس نے اپنے ربّ کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ اور اس کے ساتھ اپنے تعلق کو پختہ نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ دین تو گیا ہی تھا۔ دنیا بھی ساتھ ہی گئی۔ کیونکہ مسلمان کے لئے یہ شرط تھی کہ اُسے دُنیا تبھی ملے گی جب وہ دینی اور رُوحانی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنّت میں داخل ہو جائے۔

ہمیں فکر ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعُودؑ کے ذریعہ پھر غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اور اس نے آپؑ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر مسلمان

اِسلام کی اس تعلیم پر

جسے آپ نے بڑا روشن اور نمایاں کرکے اور دلائل اور آسمانی تائیدوں کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے مضبوطی سے قائم ہو جائیں تو انہیں دین بھی ملے گا اور دنیا بھی ملے گی۔ اور یہ غلبہ اسلام کا۔ یہ غلبہ توحید باری کا۔ یہ غلبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دنیا میں اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ قیامت نہ آجائے۔ بشرطیکہ شرائط پوری ہوتی جائیں۔

غرض یہ وعدہ دہرایا گیا ہے۔ اور نئے سرے سے

اِسلام کے غلبہ کے سامان

پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی نسل کی بھی فکر ہے۔ اور اس نسل کی بھی فکر ہے جس نے ہماری جگہ لینی ہے۔ کیونکہ یہ دنیا تو فانی ہے۔ باپ مرجاتا ہے اور بیٹا اس کی جگہ لیتا ہے۔ باپ چاہے اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث ہو اور اللہ تعالےٰ اس سے محبّت کر رہا ہو۔ لیکن بیٹا اپنی نالائقیوں کی وجہ سے خدا کے فضل سے محروم ہو جائے۔ تو اِسلام کا غلبہ وہاں اس نسل میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہر وقت یہ فکر رہتا ہے کہ ہماری اگلی نسل ہر لحاظ سے پاک اور صاف ہو۔ جسمانی لحاظ سے بھی اخلاقی لحاظ سے بھی اور رُوحانی لحاظ سے بھی۔

یہاں بھی اب بڑی شکایتیں آنے لگ گئی ہیں کیونکہ ہر سال بہت سے دوست باہر سے یہاں آجاتے ہیں۔ چونکہ اُن کے بچّوں کی تربیت نہیں ہوتی اسلئے وہ ہمارے ماحول کو بھی خراب کر دیتے ہیں۔ دیہات میں گندی گالیاں دینے کی عام عادت ہے ہر سال یہاں پندرہ بیس نئے گھرانے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ آجاتے ہیں۔ اُن کے بچّوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ انہیں گالیاں دینے کی عادت ہوتی ہے تو وہ ہمارے ماحول میں بھی گالیوں کا رواج ڈال دیتے ہیں۔ یہ آپ بچّوں کا کہ جو یہاں کے رہنے والے ہیں، فرض ہے کہ جہاں بھی اس قسم کی بات دیکھیں وہ اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔ یا مجھے رپورٹ کریں۔

ایک چھوٹا سا بچہ بھی

میرے پاس آکر کہہ سکتا ہے کہ فلاں فلاں بچے غیر تربیت یافتہ ہیں۔ ان کی اصلاح کا انتظام کریں۔ آپ مُکہّ دکھا کے اصلاح کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ پیار سے اِصلاح کرنے کی کوشش کریں اور پیار میں جتنی طاقت ہے وہ مادی ذرائع میں نہیں۔ نہ مُکّے میں۔ نہ تھپڑ میں۔ نہ لاٹھی میں۔ نہ بندوق میں۔ اور نہ ایٹم بم میں۔ کسی میں بھی وہ طاقت نہیں۔ میں یورپ کے دَورہ پر گیا۔ تو وہاں کے لوگوں کے سامنے مَیں نے یہ بات رکھی۔ دینی لحاظ سے وہ بھی بچے ہیں نہ۔ آپ سے بھی کم عمر بچّے۔ دین ان کی عقلوں میں مُشکل آتا ہے۔ مَیں یہ بات ان کے سامنے بار بار رکھتا تھا کہ دلوں کو بدلنا مذہب کا کام ہے۔ اگر ہم ساری دُنیا کے ایٹم بم لا کر بھی کسی ایک دِل میں

نیک تبدیلی

پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ایٹم بم لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی جان توڑ سکتے ہیں لیکن ایک دل میں نیک تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے۔ لیکن اسلام اتنا زبردست اور طاقتور مذہب ہے کہ اس نے کروڑوں کے دِلوں میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ ایسی نیک تبدیلیاں کہ وہ دِل جو سیاہ تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات تو خیر بہت ہی پاک ہے۔ انسان کی نظر بھی جب ان پر پڑتی تھی تو گھن آنے لگتی تھی۔ اور طبیعت متلا جاتی تھی۔ لیکن اب وہی دِل جن کو اسلام نے بدلا ہے اتنے حسین ہو گئے ہیں کہ الفاظ ان کے حُسن کو بیان نہیں کر سکتے۔ وہ سچ بولنے والے ہیں۔ ہمدرد اور لوگوں کی خدمت کرنے والے ہیں۔ لوگوں کو آرام پہنچانے والے ہیں۔ میٹھی زبان رکھنے والے ہیں۔ اپنے نیک نمونہ سے دِلوں کو کھینچنے والے ہیں۔ یہ لوگ مخلوق کے ایک حصّہ کو کھینچ کر محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لے آئے ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ ہے تمہارا نجات دہندہ۔

پہلے مسلمانوں کی نسل تو چند صدیوں کے بعد کمزور ہوگئی تھی۔ لیکن ہماری نسل کمزور نہیں ہونی چاہیئے۔ ہم سے

اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے

کہ وہ پھر اسلام کو اپنے فضل اور رحم سے غالب کرے گا۔ اور اگر ہم اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کرتے چلے جائیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ کے انعامات ہم پر قیامت تک بارش کے قطروں کی طرح برستے رہیں گے۔ اب ہر بچّہ اگر اس وقت سوچے تو اُسے سمجھ آجائے گا کہ جب تیز بارش ہو رہی ہو تو اس کے قطرے گنے نہیں جاسکتے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ انسان کوئی ایسا آلہ ایجاد کرلے کہ وہ بارش کے قطرے گن لے اور معلوم کرلے کہ ایک منٹ میں ایک فٹ جگہ میں اتنے سو یا اتنے ہزار قطرے پڑ رہے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اس قدر اور اس تعداد میں نازل ہو رہی ہیں کہ دُنیا کا کوئی ایسا آلہ نہیں بنایا جاسکتا جو خدا تعالےٰ کے فضلوں کی گنتی کرسکے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل بے شمار ہیں۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض زمینیں بنجر ہوتی ہیں۔ اور بعض علاقے ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں بارش نہیں ہوتی۔ مثلاً صحرا ہیں کہ سالہا سال گزر جاتے ہیں وہاں بارش نہیں ہوتی۔ نہ وہاں بُوٹیاں اُگتی ہیں نہ گھاس لیکن بعض علاقے ایسے ہوتے ہیں جو ہر وقت سرسبز رہتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر لاکھڑا کیا ہے کہ

ہم رُوحانی طور پر

وہ علاقے ہیں کہ جہاں ہر وقت سرسبزی اور شادابی رہتی ہے۔ خوشبو دار پودے کہیں اعمالِ صالحہ کے درخت اُگے ہوئے ہیں کہیں اقوالِ طیبہ کے درخت اُگے ہوئے ہیں

سچی اور میٹھی باتیں۔ دل موہ لینے والی باتیں۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بول۔ یہ ساری باتیں جو اسلام نے سکھائی ہیں ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انعام دیتا ہے۔ ان انعاموں کی مثال ہم درختوں پھولوں اور دوسری چیزوں سے دے سکتے ہیں۔ کوئی ہماری کسی حس کو آرام پہنچا رہا ہے اور کوئی کسی حس کو آرام پہنچا رہا ہے۔ دنیا میں مثلاً آم ہیں۔ ان کے مقابلہ میں روحانی طور پر ایک درخت ہے۔ جو ہمیں روحانی غذا مہیا کر رہا ہے۔ یا مثلاً گلاب کا پھول ہے۔ جو آنکھوں کو بھی اچھا لگتا ہے اور اس کی خوشبو بھی بڑی اچھی لگتی ہے۔ اسی طرح بعض اعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ روحانی طور پر گلاب کے پھول پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں بھی خوش ہوتی ہیں۔ ہمارا ناک بھی بڑا خوش ہوتا ہے کہ نہایت اچھی اور بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے۔

غرض ہم سرسبز علاقے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ اگر تم اپنی نسل میں نیکی کی بنیاد کو قائم کر کے اگلی نسل کو ذریت طیبہ بنانے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اس حد تک جتنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جتنا تمہارے لئے ممکن ہے۔ تو پھر میں یہ سرسبز علاقے بنجر کر دوں گا۔ پھر یہ نعمتیں یہاں نازل نہیں ہوں گی۔ پس ہمیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں سے ہمیں یہ سرسبز علاقہ ملا ہے

کہیں ایسا نہ ہو

کہ ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں یہ سرسبز علاقہ بنجر بن جائے۔ حضرت آدم اور حوّا نے گناہ کیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے عارضی طور پر ان سے بھی سرسبز علاقے چھین لئے گئے تھے۔ اور کہا گیا تھا کہ پھر نیکی کرو تو سرسبز علاقہ تمہیں ملیگا اللہ تعالیٰ تمثیلی زبان میں باتیں کیا کرتا ہے۔ یہ بھی ایک تمثیلی زبان ہے۔ میں بھی آپ سے تمثیلی زبان میں باتیں کر رہا ہوں۔ یعنی میں ایک مثال دے رہا ہوں۔ ویسے تو روحانی انعام الفاظ میں نہیں بتائے جا سکتے خصوصاً بچوں کے لئے ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ ممکن ہے آپ میں سے بعض ایسے بچے ہوں کہ جن کے والدین کے پاس عمدہ باغ ہوں۔ اُن میں بڑا اچھا پھل لگتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے پانی بافراط دیا ہو۔ زمین اچھی دی ہو۔ فراست دی ہو۔ موقع پر اور وقت پر پانی دیا جاتا ہو۔ کھاد دی جاتی ہو۔ پودے سرسبز اور پھلوں سے بھرے ہوئے ہوں۔ مگر یہ دنیوی باغ تو ایک وقت میں پھل دیتے ہیں۔ لیکن جو روحانی باغ ہیں وہ سدا بہار ہیں۔ ان میں سے جن درختوں کو آم لگتے ہیں ان کو بارہ مہینے ہی آم لگتے ہیں۔ ان میں انگور کی بیلوں کو بارہ مہینے ہی انگور لگتا ہے۔

آپ جن کے والدین کے پاس باغات ہیں، کبھی یہ نہیں سوچیں گے کہ اپنے باغ کو کاٹیں۔ آپ سمجھیں گے کہ یہ خدا کی نعمت ہے ہم اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مزیدار اور خوشبودار سیب اور لذیذ آم ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح ہم دوسرے پھل ان سے حاصل کرتے ہیں۔ ہم انہیں کیوں کاٹیں۔ غرض جو عارضی چیزیں ہیں۔ جو وقتی لذتیں ہیں۔ اُن کو ضائع کرنے کے لئے ایک بچہ بھی کم عقل ہونے کے باوجود تیار نہیں ہوگا۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض چھوٹے چھوٹے بچے (چھ سات برس کی عمر کے بچے) ان کی کسی چیز کو غیر ہاتھ لگانے لگے اور وہ سمجھیں کہ وہ چیز کہیں ٹوٹ نہ جائے تو وہ اُسے کھانے کو پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں پرے ہٹ۔ کہیں میری یہ چیز نہ توڑ دینا۔ تو دیکھو دنیا کی چیزوں کے لئے تو اتنی غیرت اور جوش ہوتا ہے۔ لیکن جو روحانی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں ان کے لئے اتنا جوش بھی نہیں پایا جاتا کہ ہم نے انہیں ضائع نہیں ہونے دینا۔

پس

یہ عہد ہونا چاہیئے

یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیئے۔ یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں انہیں ضائع نہیں ہونے دینا۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے پاکیزہ جسم سے رہو۔ جس کا جسم پاکیزہ نہیں ہوگا وہ ہمارے ماحول میں نہیں پنپ سکے گا۔ ہم اُسے اپنے باغ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ جن کے خیالات پاکیزہ نہیں ہوں گے ان کو بھی ہم اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے باغ میں آ کر اس کی خرابی کا باعث بنیں جس طرح دیمک مادی درختوں کو کھا جاتی ہے۔ اسی طرح یہ دیمک ہے جو روحانی درختوں کو کھا جاتی ہے۔ اسلئے ہمیں بھی فکر ہے اور آپ کو بھی یہ فکر ہونی چاہیئے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ حقیقتاً محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بچے ہیں۔ اور آپ کے دل میں بھی ہمیشہ یہ احساس زندہ اور بیدار رہنا چاہیئے کہ آپ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بچے ہیں اور آپ کی نسل میں بھی اور آپ کی زندگی کے اس حصہ میں بھی نیکی کی بنیادیں قائم ہونی چاہئیں۔ اور آپ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ آپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت طیبہ بن جائیں۔ ایک ایسی پاک اور صاف نسل بن جائیں جس پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فخر کریں

اور ساری دنیا (ہم سب نے قیامت کے دن اکٹھے ہو جانا ہے) سے کہیں، تم دیکھتے ہو میری اس امت کو۔ دوسرے بچے اپنی ناسمجھی اور جہالت کی وجہ سے ہر قسم کے گند میں ملوث تھے۔ ان کے جسم اور کپڑے غلیظ تھے۔ ان کے اخلاق۔ ان کے اقوال۔ ان کی باتوں اور ان کے کاموں میں گندگی نظر آ رہی تھی لیکن اس وقت بھی میرے یہ بچے اتنے صاف ستھرے تھے۔ کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ آپ غیر قوموں کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ دیکھو میری برکت سے اور میرے فیوض سے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں جاری کی تھیں ان کے نتیجہ میں اس عمر میں بھی ان بچوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ سمجھ دی تھی کہ کوئی گندگی ان کی زندگیوں میں داخل نہ ہو اور وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی نظر میں پاک اور ستھرے بچے رہیں۔ اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اور دیکھو میری امت کو اس کو کتنے انعامات مل رہے ہیں۔ پہلی امتیں ان انعامات کے قریب بھی نہیں آئیں۔ اُن کے انعامات امت محمدیہ کے انعامات کے مقابلہ میں اتنے تھوڑے ہیں کہ ان کا ان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

غرض ہمیشہ یہ سوچتے رہا کرو ہمیشہ یہ دعائیں کرتے رہا کرو اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہا کرو کہ

اللہ تعالیٰ

آپ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے بچے بنائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آپ بچوں پر فخر کریں۔ اور وہ نیکی کی بنیادوں کو آپ میں قائم کر کے آپ کو ذریت طیبہ بنا دے۔ اور آپ دین اور دنیا کی نعمتوں کے وارث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رحمت کا سایہ آپ پر رکھے اَللّٰھُمَّ اٰمِین۔

اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت لمبی اور پُرسوز دعا فرمائی۔

دکھلاؤ پھر صحابہؓ سا جوش و خروش تم

کلام سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالات پر زمانہ کے کچھ تو دھیان کرو
بے فائدہ نہ عمر کو یوں رائیگاں کرو

دکھلاؤ پھر صحابہؓ سا جوش و خروش تم
دنیا پہ اپنی قوتِ بازو عیاں کرو

پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی!
پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحان کرو

دل پھر مخالفانِ محمدؐ کے توڑ دو
پھر دشمنانِ دیں کو تم بے زباں کرو

پھر خاک میں ملا دو یہ سب قصرِ شیطنت
نام و نشاں مٹا کے انہیں بے نشاں کرو

پھر تم اٹھاؤ رنج و تعب دیں کے واسطے
قرباں رہِ دینِ محمدؐ میں جاں کرو

پھر اپنے ساتھ اور خلائق کو لو ملا!!
نامہرباں جو ہیں انہیں مہرباں کرو

پھر دشمنوں کو حلقۂ اُلفت میں باندھ لو
جو تم سے لڑ رہے ہیں انہیں ہم زباں کرو

سینہ سے اپنے پھر اسی مہ رُو کو لو لگا
پھر دِل میں اپنے یادِ خدا میہماں کرو

پھر اس پہ اپنے حالِ زبوں کو عیاں کرو!
پھر اس کے آگے نامۂ آہ و فغاں کرو

ہاں پھر اُسی صنم سے تعلق بڑھاؤ تم!
پھر کاروانِ دل کو اُدھر ہی رواں کرو

پھر راتیں کاٹو جاگ کر یادِ حبیب میں
پھر آنسوؤں کا آنکھ سے دریا رواں کرو

پھر اس کی میٹھی میٹھی صداؤں کو تم سنو
پھر اپنے دِل کو وصل سے تم شادماں کرو

اظہارِ تشکر: بدر کی اس خصوصی اشاعت کے لئے ہماری درخواست پر جن احباب نے باوجود اپنی ازحد مصروفیات کے بیش قیمت نگارشات سے نوازا۔ ادارہ ان کا تہِ دل سے ممنون ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ بدر)

دُنیا کا محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

از مکرم محمد رفعت اللہ صاحب غوری سیکرٹری تبلیغ و تربیت جماعت احمدیہ یادگیر

روئے زمین پر بسنے والے کروڑوں انسان آج ایک عجیب قسم کی ابتری، بدامنی اور انتشار سے دوچار نظر آتے ہیں۔ ایک ملک کے بسنے والے دوسرے ملک کے خلاف کمربستہ ہیں۔ ایک قوم و نسل کے لوگ دوسری قوم و نسل سے برسرپیکار ہیں۔ ایک مذہب و پیشوا کے پیرو دوسرے مذہب و پیشوا کے ماننے والوں کے مقابل صف آرا ہیں۔ گورے کالوں پر فوقیت کی دھاک بٹھا رہے ہیں۔ مغربی اقوام مشرق کے رہنے والوں پر ترقی و تمدن کا سکہ جما رہی ہیں۔ ایک طرف سیاسی بحران اُن کے ماتھے پر داغ بن رہا ہے تو دوسری طرف معاشی الجھنیں انہیں گھن کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ کردار کی پستی۔ اخلاقی کمزوری۔ سماجی بُرائی غرض کہ ہر ایک خرابی کا وہ شکار ہو چکے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ انسانیت ہلاکت اور تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اور اس عظیم تباہی سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا انہیں اخلاقی تعلیم نہیں دی گئی۔ کیا انہیں محبت و اخوت کا سبق نہیں سکھلایا گیا۔ کیا انہیں مساوات کا درس نہیں دیا گیا۔ ہاں اخلاق کی تعلیم دی گئی۔ محبت اور اخوت کا سبق دیا گیا۔ مساوات کا درس بھی دیا گیا۔ مگر انہوں نے سب کچھ بھلا دیا۔ ہر چیز کو فراموش کر دیا۔ اور اپنے محسنِ اعظم کے اُسوۂ حسنہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ اس کے عظیم احسانات کو یک لخت فراموش کر دیا۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی اصلاح اور اُن کی راہنمائی کے لئے ایک کامل ترین شخصیت کو مبعوث فرمایا وہ عظیم شخصیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود میں جلوہ گر ہوئی۔ جن کو رب العالمین نے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ایک معلم اخلاق۔ ایک خیر البشر اور ایک رہبرِ کامل کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اور ایسے وقت میں بھیجا جب دُنیائے انسانیت کی وہی حالت تھی جو آج ہے۔ عرب کے بادیہ نشین جو وحشی کہلاتے تھے بظاہر انسان تھے مگر انسانیت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا تھا۔ ظلم و شیطنت اور غرور و تمکنت عربوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ اخلاقی قدروں کا کوسوں پتہ نہ تھا۔ قمار بازی و عیاشی۔ مکاری و عیاری۔ اُن لوگوں کے اوصاف تھے۔ سرزمین عرب پر ایک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایک ظلمت کا دور دورہ تھا۔ زنا کرنا۔ شراب پینا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا وہ باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ حالات ایک روشنی کا تقاضا رکھتے تھے۔ یہ تاریکی اور ظلمت ایک نُور کی متقاضی تھی۔ عین ان حالات میں:

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
وہ اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مینارۂ نور اور سراجِ منیر بن کر غارِ حرا سے نکلے اور اپنی قوم کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ الٰہی تائید اور نصرت کے بیشمار نشان تھے۔ کہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لقب سے سرفراز فرمایا إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ اور کہیں آپ کو اس مقام پر فائز فرمایا کہ — كَافَّةً لِّلنَّاسِ۔ یہ عظیم انسان جو خلقِ عظیم کے ساتھ پیش تھا۔ جس نے کافة للناس کی خلعت پہنی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ایسا نسخہ اپنی قوم کے لئے تجویز فرمایا جو ظلمت کو دُور کرنے والا۔ تاریکی کو چاک کرنے والا۔ اور جہالت کو کافور کر دینے والا ثابت ہُوا۔ وہ نسخہ دراصل مرکب تھا اخلاق و مساوات کا۔ بھائی چارگی اور اخوت و محبت کا۔ یہ نسخہ عرب کے وحشیوں کے لئے تیر بہدف نکلا۔ وہ جو قمار بازی کرتے تھے۔ وہ جو زنا کرتے تھے۔ وہ جو لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ وہ جو ہر ایک قسم کی اخلاقی و سماجی برائیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کے نتیجہ میں مجسم اخلاق بن گئے۔ معلم اخلاق ثابت ہوئے۔ اخوت۔ محبت اور بھائی چارگی کے علمبردار کہلانے لگے۔

کیا یہ عظیم احسان نہیں جو عربوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انہیں انسانیت کا سبق دے کر انسان بنا یا گیا۔ اور پھر با اخلاق سے باخدا انسان بنایا گیا۔ جو قوم اسفل السافلین کے مقام تک پہنچ چکی تھی اس کو احسن الخالقین کے اونچے مقام پر لا کھڑا کیا گیا۔ آپ کا احسان صرف عربوں پر ہی نہیں بلکہ تمام دُنیا پر ہے۔ ہمارے محسن اعظم۔ آقائے نامدار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو جب ہم یاد کرتے ہیں تو ہماری زبان بے اختیار زمزمہ خواں ہو جاتی ہے ؎

مصطفیٰ پر تیرا بےحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

یہ احسان فراموشی ہوگی اگر ہم آپ کے احسانوں کو یاد نہ رکھیں۔ آپ کے اُسوۂ حسنہ کو قابلِ عمل نہ سمجھیں۔ اور آپ کے کارناموں کو زندہ جاوید نہ بنائیں۔ آپ نے مجسم رحمت ہو کر پیکرِ اخلاق بن کر اور رہنمائے کامل بن کر انسانوں پر اتنا رحم کیا اور ایسا سلوک فرمایا کہ کیا دوست اور کیا دشمن۔ کیا ماننے والا۔ کیا نہ ماننے والا۔ کیا اپنا اور کیا پرایا۔ آپ کے احسانوں کو یاد کئے بغیر اور آپ کے سلوک و محبت کو یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ محققین اور وہ بھی غیر مسلم محققین کی کتابوں کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کے قلم بھی آپ کے احسانوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی تعریف و توصیف میں دست بستہ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ فرانس کا عظیم جرنیل نپولین لکھتا ہے:۔

"محمدؐ دراصل سرورِ اعظم تھے۔ آپ نے اہلِ عرب کو درسِ اتحاد دیا۔ جب آپ دنیا میں تشریف لائے اس وقت اہلِ عرب صدیوں سے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ محمدؐ کی عظیم شخصیت کے ذریعہ وہ اپنی رُوح و نفس کی تمام آلائشوں سے پاک کر کے تقدس و پاکیزگی کے جوہر کو حاصل کیا۔"

جارج برنارڈ شا لکھتا ہے:۔

"محمدؐ ہستیٔ عظیم تھے اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ۔"

یادِ خُدا میں دِل کو لگاتے تو خُوب تھا

کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قارئین کیلئے یہ امر موجب ازدیادِ ایمان ہوگا کہ امام ہمام سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے زمانۂ طالب علمی میں شاعری سے بھی کسی قدر شغف رہا ہے ایسے ہی دَور کے چند اشعار بطور تبرک ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں — (ایڈیٹر)

زندہ خدا سے دِل کو لگاتے تو خوب تھا
مُردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا
قصّے کہانیاں نہ سُناتے تو خوب تھا
زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا
اپنے تئیں جو آپ ہی مُسلم کہا تو کیا
مُسلم بنا کے خود کو دکھاتے تو خوب تھا
تبلیغِ دین میں لگا دیتے زندگی!!
بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دُنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یادِ خُدا میں دِل کو لگاتے تو خوب تھا

(بشکریہ ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء)

سوامی دیو لکا نند لکھتے ہیں :-

"محمدؐ مساوات اور انسانی اخوت کے علمبردار تھے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا وجود اور آپؐ کے عشق میں سرشار ایک مردِ مومن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس نہ دیدہ در جہاں از مادرے

انسان پر شفقت و محبت اور احسانات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں۔ اور مخلوقِ خدا نے اُن کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے آج تک دنیا میں کسی نے اپنی ماں سے بھی ایسی شفقت و محبت کا سلوک اور ایسا احسان نہیں دیکھا ہوگا۔ تاریخ اِس بات پر گواہ ہے۔ اور اس کے اوراقِ پارینہ شاہد ناطق ہیں کہ آپ نے ظلم پر ظلم دیکھا اور رحم پر رحم کیا۔ مصیبت پر مصیبت دیکھی احسان پر احسان کیا۔ ایک واقعہ آپ کے متعلق آتا ہے، آپؐ مکہ سے کچھ دُور طائف نامی ایک بستی میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں کے لوگ شرارتاً بچوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ وہ شریر بچے آپ پر پتھر پھینکتے ہیں۔ ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ گالی گلوچ دیتے ہیں۔ ان کے اس سلوک سے تنگ آکر آپ وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ پتھروں کی بوچھاڑ سے لہولہان بستی سے کچھ دُور جاکر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ خون جو جوتیوں میں اُتر آیا تھا نکالتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو بد دُعائیں دیتا۔ چیختا چلاتا۔ مگر رحمۃ للعالمین بڑے ہی اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں اللّٰھم اھدِ قومی، اللّٰھم اھد قومی فانّھم لَا یعلمون۔ اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! تُو میری قوم کو ہدایت دے۔ کہ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ جبرئیلؑ آکر کہتے ہیں۔ مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ آپ پر جو ظلم کیا گیا۔ وہ خدا کو ناگوار گذرا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم اس بستی کو تباہ و تاراج کر دیں۔ مگر ہمارے سید و مولیٰ نبی اکرم رحمۃ للعالمین کیا ہی پیارا جواب دیتے ہیں، نہیں نہیں -! اگر اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کر دے گا تو مجھے ماننے والے کون رہیں گے۔ میرے ساتھ جو سلوک ان لوگوں نے کیا ہے وہ صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ انہوں نے مجھے پہچانا نہیں۔ اس لئے میرے رب کو یہی کہہ دیجیو کہ ان کو ہدایت دے۔

آپؐ کی مکی زندگی مسلسل تکلیف، مصیبت اور آلام کا نشانہ بنی رہی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے مکہ فتح ہو جاتا ہے اور آپ فتح نصیب جرنیل کی طرح مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مکہ کے وہ لوگ اور وہ رئیس جنہوں نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے تھے۔ سہم جاتے ہیں، جاں بلب ہو جاتے ہیں۔ کہ اب محمدؐ ہمیں نہیں چھوڑینگے۔ بلکہ ایک ایک کر کے ہلاک کر دیں گے۔ اب مکہ کی گلیاں خون آلود ہو جائیں گی اور اب ہماری تکا بوٹی اُڑے گی۔ یہ بھیانک تصور اُن کے ذہنوں میں تھا۔ مگر وہ فاتح قوم جو ہمیشہ اللّٰھم اھد قومی، اللّٰھم اھد قومی کی دعائیں کرتا تھا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ اب میری قوم کی ہدایت کی گھڑی آچکی ہے۔ اور میری جماعت میں لوگ جوق در جوق داخل ہو جائیں گے۔ اور یہ مشعلِ ہدایت ان تمام لوگوں کے دلوں میں روشنی پیدا کر دے گی۔ اس مجسم رحمت نے یہ اعلان کیا

لا تثریب علیکم الیوم

یعنی اے مکہ والو! آج کے دن تم پر کوئی ظلم و ستم نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے تمام ظالموں کو معاف کر دیا۔ اور عفو کا بہترین نمونہ دشمنوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے اس سلوک سے مشرکینِ مکہ بہت متاثر ہوئے۔ اور اُن میں سے اکثر نے توحید کا جام نوش کیا۔ اور کلمۂ حق لا الٰہ الّا اللّٰہ محمّد رسُول اللّٰہ پڑھنے لگ گئے۔

آپؐ نے دشمنوں پر احسان کیا۔ آپؐ نے شرک کو مٹا کر تمام دنیا پر احسانِ عظیم فرمایا۔ آپؐ نے تمام مذاہب اور ان کے پیشواؤں پر احسان کیا۔ اگر آپؐ نہ آتے تو عیسیٰؑ کے ماننے والے موسیٰؑ پر لعن طعن کرتے رہتے۔ موسیٰؑ کے ماننے والے عیسیٰؑ کو مصلوب اور لعنتی ہی کہتے رہتے غرض کہ ہر مذہب والا دوسرے مذہب کو بُرا سمجھتا تھا۔ مگر آپؐ نے آکر یہ اعلان کیا لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ ہر قوم و ملک میں اللہ تعالیٰ کے نبی اور برگزیدہ آئے ہیں۔ وہ سب برحق ہیں۔ آپؐ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے یہ تعلیم دی کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی گذرے ہیں، وہ برحق ہیں۔ اُن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ان کی تعظیم کرنا جزوِ ایمان ہے۔ جو مسلمان دوسرے نبیوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ اور ان کو برحق نہیں سمجھتا گویا کہ وہ میری تعظیم نہیں کرتا۔ اور مجھے برحق نہیں سمجھتا ہے۔ اس طرح پر آپؐ نے مذہبی تفریق کو مٹا دیا۔ اور دنیا میں امن و شانتی کے ساتھ رہنے کی تعلیم دی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات غلاموں پر بھی ہیں۔ عورتوں پر بھی ہیں۔ اور بچوں پر بھی ہیں۔ غلاموں کے حقوق۔ عورتوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق کے متعلق آپؐ نے ایسی تعلیم اور عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ عورتوں کے مقام اور اُن کی عزت و ناموس کو بڑھانے کے لئے آپؐ نے فرمایا ــــ "جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"۔ ازدواجی زندگی میں شوہر کو فرمایا خیرکُم خیرُکم لاھلِہٖ۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہلِ خانہ یعنے بیوی سے حسنِ سلوک کرنے میں بہتر ہے۔ پھر آپ نے اعلان فرمایا

ولھن مثل الذی علیھنّ

عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مَردوں کے ہیں۔ چہ جائیکہ آپؐ کی بعثت سے قبل عورت کی پیدائش کو منحوس خیال کیا جاتا تھا اور زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اور اس کو ورثہ میں تقسیم کر لیا جاتا تھا۔ اور کُجا یہ کہ اس کی قدر و منزلت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا بڑھا دیا کہ بلحاظ حقوق عورتوں اور مَردوں کو برابر کر دیا۔

عالمِ انسانیت پر سب سے بڑھ کر جو احسان آپؐ نے فرمایا وہ ہے مساوات آپؐ نے قومی اور نسلی امتیازات کو مٹا کر انسانی مساوات کو قائم فرمایا۔ آپؐ سے پہلے ہر قوم اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتی تھی۔ تمدنی۔ علمی۔ معاشی اور اخلاقی اعتبار سے عربی عجمی پر فضیلت جتاتے تھے تو عجمی عربی پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا

لیس للعربی فضل علی العجمی
اِلّا بالتقویٰ"

اے عربو! یاد رکھو تم کو دوسروں پر کوئی فضیلت نہیں دی گئی۔ تم بھی ویسے ہی ہو جیسے اور ہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ تم خدا کے خوف میں دُوسروں سے بڑھ جاؤ۔ اور یہ فضیلت نسل و قوم کی وجہ سے نہیں۔ حسب و نسب کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

یہ ہیں عظیم الشان انسان یعنی محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان احسان ان تمام لوگوں پر جو رُوئے زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ میرا علم۔ میری بساط اور میرا قلم اس قابل نہیں کہ ان احسانات کے کسی بھی حصہ کو کماحقہٗ احاطۂ تحریر میں لا سکے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اس محسنِ اعظم کے اسوۂ حسنہ پر ہمیشہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اور تمام دنیا آپؐ کے سایۂ رحمت میں پناہ حاصل کرے تا مگر امن و سلامتی کی وارث ہو ؎

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنیا وبعثٍ ثانٍ

تبصرہ

احمدیہ مسلم کیلنڈر بابت ۱۳۴۹ ہجری شمسی مطابق ۱۹۷۰ء

شائع کردہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان۔ قیمت ۶۰ پیسے علاوہ محصول ڈاک۔

حسبِ سابق امسال بھی نئے سال کا احمدیہ مسلم کیلنڈر نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ کیلنڈر پورے سائز کے عمدہ دبیز کاغذ پر دیدہ زیب سہ رنگی طباعت کے ساتھ آراستہ ہے جس کی پیشانی پر آیتِ کریمہ جلی حروف میں مع ترجمہ زینت بخشتی ہے۔ شائع کردہ کیلنڈر میں :ـــــ ● ہجری شمسی و قمری مہینوں کے ساتھ ساتھ اُردو و انگریزی حروف میں انگریزی مہینوں کے نام بھی درج ہیں۔ ● مہینوں کی تاریخیں انگریزی ہندسوں میں دی گئی ہیں۔ ہفتہ کے دن دائیں بائیں اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں درج کئے گئے ہیں۔ اس سے تمام علاقوں کے لئے یکساں کار آمد بن گیا ہے۔ ● اس طرح عام کیلنڈر کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہونے کے علاوہ مزید یہ کہ ـــ ● آیتِ کریمہ کے نیچے Net work of Ahmadiyya Movement کے انگریزی عنوان کے تحت بڑے سائز پر دُنیا کا نقشہ دیا گیا ہے۔ دائیں طرف منارۃ المسیح دکھایا گیا ہے۔ ● نقشہ میں مختلف انواع کے دلکش تصویری اشاروں کے ذریعہ احمدیہ جماعت کے زیرِ اہتمام اکنافِ عالم میں تعمیر شدہ مساجد۔ قائم شدہ احمدیہ مسلم تبلیغی مشن۔ جاری شدہ سکول و کالج نیز ہاسپٹل و ڈسپنسریز دکھائی گئی ہیں۔ ● نیچے ایک گوشوارہ کی صورت میں ملک وار تمام دُنیا کے احمدی مشنوں، مساجد۔ تراجم قرآن کریم اور اخبارات کی تفصیل دی گئی ہے۔ ● گوشوارہ کے دائیں بائیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے نہایت موزوں ایمان افروز اقتباسات درج ہیں

الغرض کیلنڈر کے جملہ افادی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ زیرِ نظر کیلنڈر بجائے خود ایک خاموش مگر موثر دلنشین تبلیغی ذریعہ بھی ہے۔ جس میں جماعت کے ٹھوس کاموں کا مرقع معیّن اعداد و شمار اور حقائق کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح نظارت دعوۃ و تبلیغ کی قابلِ ستائش پیش کش ہے۔ اور اس قابل ہے کہ یہ کیلنڈر ہر گھر کی زینت بنے۔ اور بکثرت اس کی اشاعت ہو۔ خاص خاص مقامات میں اس کا آویزاں کیا جانا بڑا ہی مفید ہے۔ اس قیمتی اور قابلِ قدر تحفہ سے ضرور استفادہ کیا جانا چاہیئے ـــــــ!!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے دعوے پر یقینِ کامل اور استقامت

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں　اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار (المسیح الموعودؑ)

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن کلکتہ

قرآنی معیارِ صداقت

کسی مامور من اللہ کی صداقت و شناخت کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس مدعی کو اپنے دعوے پر خود کس قدر یقین ہے اور پھر اُسے اپنے دعوے کے بارہ میں پوری بصیرت اور کامل استقامت ہے۔ اگر مدعی خود ہی اپنے دعوے کے بارہ میں شک و وہم میں مبتلا ہے اور اُسے اپنے پیش کردہ دعوے کے بارہ میں نہ بصیرت حاصل ہے اور نہ ہی استقامت تو ایسے مذبذب مدعی کا دعوےٰ درخورِ اعتناء نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۔

(یوسف ع ۱۲)

کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ یہ میرا مسلک و طریق ہے میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اس مسلک و طریق پر میں خود اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے، پوری بصیرت پر قائم ہیں۔

اس آیتِ قرآنی اور اعلانِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ مدعیٔ نبوت و رسالت کو اپنے دعوے پر خود یقین و بصیرت حاصل ہونی چاہیئے۔ تبھی وہ دوسروں کو اپنے دلائل و براہین سے متاثر کر سکتا ہے۔ نیز اسی بصیرت و استقامت کے نتیجہ میں وہ مدعی اور اس کے متبعین اس دین و مسلک کی اشاعت کے لئے مالی اور جانی اور قولی و فعلی قربانیاں کر سکتے ہیں۔ جب اُن کو اپنے عقیدہ کی صحت اور اپنے روشن مستقبل کی آمد اور اپنے انجام کے بخیر ہونے پر خود ہی یقینِ کامل نہ ہو تو وہ کبھی قربانیوں کے لئے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہاں جب ان کو اپنے مسلک پر یقینِ کامل حاصل ہوگا تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ اور دنیا کی کوئی حرص و آز اُن کو اپنے مسلک سے ہٹا نہیں سکتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت و سوانح اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اور قربانیاں اس معیارِ صداقت کی آئینہ دار ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ مصائب و آلام کا تختۂ مشق بنے۔ مخالفین کی شدید مخالفت اور اُن کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا شکار ہوئے۔ مگر اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں ان کے قدموں میں جو جادۂ استقامت پر تھے کوئی لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر حضور صلعم اور آپؐ کے صحابہؓ خدا داد مقدس مشن اور نیک مقاصد میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اور مخالفین ناکام و نامراد اور خائب و خاسر۔ اور یہی امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت

اس قرآنی معیار کے مطابق جب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے پر ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے یہ چیز نظر آتی ہے کہ آپؑ کو اپنے دعوے اور خدا داد مشن پر یقینِ کامل تھا۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں عقلی دلائل پر پوری بصیرت حاصل تھی۔ اسی بصیرت و استقامت کی جھلکیاں آپؑ کی سیرت و سوانح میں نظر آتی ہیں جو آپؑ کی ماموریت کی صداقت کی دلیل ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا دعویٰ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت سے قبل عام مسلمانوں میں یہ اعتقاد پایا جاتا تھا کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام آسمان پر اسی جسمِ خاکی کے ساتھ دو ہزار سال سے زندہ موجود ہیں۔ اور اس زمانہ میں مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کے لئے نزول فرمائیں گے۔ اور زمین میں اُن کی مدد اور اعانت کے لئے امتِ محمدیہ میں سے ایک امام مہدی ظاہر ہوگا۔ گویا عوام اس زمانہ میں اسلام کی ترقی کے لئے دو شخصیتوں کے منتظر تھے۔ مگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے علم و بشارت پا کر اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہ آسمان پر زندہ ہیں اور نہ وہ دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ آنے والی ایک ہی شخصیت ہے۔ نہ کہ دو۔ اور وہ امام مہدی ہے۔ جو اُمتِ محمدیہ میں سے ہی ظاہر ہوگا۔ اور وہ میں ہوں۔ چنانچہ فرمایا:-

"مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں"۔　(اربعین ۱)

دعویٰ پر یقینِ کامل

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اپنے اس دعویٰ پر جس قدر یقین و وثوق تھا وہ آپؑ کے ہی الفاظ میں درج ذیل ہے حضور فرماتے ہیں:-

(الف):-

"میں اس خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ صحیحہ میں خبر دی ہے۔ جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۳۱۳)

(ب):-

"مجھے اس خدائے کریم کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست و نابود کرنے والا ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اُس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں۔ اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں۔ اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا۔ جب تک وہ اپنے تمام کام کو پورا نہ کرلے۔ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ اس نے مجھے چودھویں صدی کے سر پر تکمیلِ نور کے لئے مامور کیا اور اس نے میری تصدیق کے لئے رمضان میں خسوف کسوف کیا اور زمین پر بہت سے کھلے کھلے نشان دکھلائے"۔

(اربعین ۳ ص۲)

جماعت احمدیہ کا روشن مستقبل

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو ربانی بشارتوں کی بناء پر اپنی جماعت کی کامیابی اور اُس کے روشن مستقبل کے بارہ میں یقینِ کامل تھا۔ چنانچہ حضور کس قدر تحدی آمیز الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔ کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"۔

(تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۱)

مخالفین کی ناکامی کا یقینِ کامل

حضور علیہ السلام نے اگر ایک طرف اپنی فتح اور اپنی جماعت کی شاندار کامیابی کی بشارت دی، اس کے مقابل پر اسی طرح متحدیانہ الفاظ میں اپنے مخالفین کی ناکامی و نامرادی کے بارہ میں آگاہ کیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ اُن کے ہاتھ

سے انکار کریں۔ اگر اُن کے پہلے اور ان کے پچھلے اور اُن کے زندے اور اُن کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں۔ تو میرا خدا اُن تمام دُعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر اُن کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے۔ اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دُور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مُہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس اُمت پر رحم کر۔"

(ضمیمہ اربعین [illegible])

نیز فرمایا ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے عدم نزول پر یقین کامل

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے علم پا کر کھلے الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ وہ اس جسم خاکی کے ساتھ نہ زندہ آسمان میں ہیں اور نہ ہی دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے اور وفاتِ مسیحؑ پر آپ کو یقین کامل ہے۔ فرمایا ؎

(ا) ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فُرقاں سربسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر!"

نیز فرمایا: (ب) :—

"اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۶ حاشیہ)

اس کے ساتھ ساتھ آپؑ نے حیاتِ مسیح ناصریؑ اور نزولِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھنے والوں بلکہ منتظر مخالفین کو متنبہ کرتے ہوئے بڑی تحدّی سے فرمایا:—

"ہر ایک مخالف یقین رکھے کہ اپنے وقت پر جاں کندن کی حالت تک پہنچے گا۔ اور مرے گا مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ یہ بھی میری ایک پیشگوئی ہے۔ جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور ملاں ہیں۔ اور ہر ایک اہل عناد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں۔ کہ اس امید سے وہ نامراد مریں گے کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز اُن کو اُترتے نہیں دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ بیمار ہو کر غرغرہ کی حالت تک پہنچ جائیں گے۔ اور نہایت تلخی سے اس دُنیا کو چھوڑیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں۔ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پوری نہیں ہوگی؟ ضرور پُوری ہوگی پھر اگر اُن کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مریں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اُترے گا اور اگر پھر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے اور کوئی اُن میں سے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۷)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اللہ تعالےٰ سے محبت کا خطاب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعوئ مہدویت و مسیحیت کے بعد مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا آپؑ اور آپؑ کی جماعت کے خلاف کفر اور بائیکاٹ کے فتوے صادر ہوئے۔ آپ پر ایمان لانے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ مگر اس شدید مخالفت کو دیکھ کر حضور اپنے معشوقِ حقیقی کے وعدوں اور بشارتوں پر یقین رکھتے ہوئے اُسے عاشقانہ انداز میں یُوں خطاب فرماتے ہیں کہ:—

"اے میرے مولا۔ میرے پیارے مالک۔ میرے محبوب۔ میرے معشوق خدا۔ دنیا کہتی ہے تو کافر ہے۔ مگر کیا تجھ سا پیارا مجھے کوئی اور مل سکتا ہے۔ اگر ہو۔ تو اس کی خاطر تجھے چھوڑ دوں۔ لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ جب لوگ دُنیا سے غافل ہو جاتے ہیں۔ جب میرے دوستوں اور دشمنوں کو علم تک نہیں ہوتا۔ کہ میں کس حالت میں ہوں۔ اُس وقت تو مجھے جگاتا ہے۔ اور محبت سے پیار سے فرماتا ہے کہ غم نہ کھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ تو پھر اے میرے مولیٰ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس احسان کے ہوتے ہوئے پھر بھی میں تجھے چھوڑ دوں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

(بدر ڈائری ۱۱ر جنوری ۱۹۱۳ء ص ۹)

حرفِ آخر

مضمون کے ابتداء میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ دعویٰ تھا کہ آپؑ مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں اور آپؑ کو اپنے اس دعویٰ پر یقین کامل اور وثوقِ تام تھا۔ خدائی بشارتوں کے تحت آپؑ کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ آپؑ کا دعویٰ حق و صداقت پر مبنی ہے، خدا تعالیٰ ہر میدان میں آپؑ کی تائید و نصرت فرمائے گا۔ اور آپؑ اپنے خداداد مشن میں کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور آپؑ کے مخالفین اپنے ناپاک عزائم میں ناکام و نامراد اور خائب و خاسر رہیں گے۔ جس مسیح ناصری علیہ السلام کی آمد کے وہ منتظر ہیں وہ ہرگز نازل نہیں ہوں گے اور یہ مخالف علماء اسی حسرت کو لے کر دنیا سے رخصت ہوں گے۔

حضور علیہ السلام کی بعثت و دعوے پر اَسّی برس گزر چکے ہیں۔ تاریخ اور واقعات زمانہ شاہد ہیں کہ اس مامورِ ربانی اور مُرسلِ یزدانی کی باتیں حرف بحرف پوری ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور ہوتی چلی جائیں گی۔ جماعت احمدیہ کی شاندار ترقی اور مخالفین کی حسرت آمیز ناکامی کا اعتراف خود مخالفینِ احمدیت کو ہے۔ پس صرف یہی ایک امر سعادت مند طالبانِ حق کے لئے رہنمائی و ہدایت کا باعث ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ؎

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خلافت

رشحاتِ قلم جناب ثاقب زیروی ایڈیٹر ہفت روزہ "لاہور"

سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت — ہوئے جان و دل سے فدائے خلافت
ہیں خلدِ ربوہ کی پہنائیوں میں — نظر آ رہی ہے ادائے خلافت
ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری — فلک گیر ہے اب صدائے خلافت
زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے — لبِ عدل کی ہے بقائے خلافت
کسی کے لبوں پر قصائد جہاں کے — ہمارے لبوں پر ثنائے خلافت
رہے حشر تک وہ ثنا خوان اس کا — جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت
بصیرت جسے دے رہی ہو دو عالم — وہی باندھتا ہے ہوائے خلافت
اندھیرے گھروں میں اجالے ہوئے ہیں — گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت
خلافت سہارا ہے ہم عاجزوں کا! — اسے رکھ سلامت خدائے خلافت
جسے رُوحِ تسلیم کرتی ہے ثاقب
وہی آج ہے رہنمائے خلافت

ملکی اتحاد و قومی یکجہتی کیلئے جماعت احمدیہ کی مساعی

(از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن) - دہلی

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام جنوبی ہند میں عرب سیاحوں اور تاجروں کے ذریعہ سے روشناس ہُوا۔ بعد میں بعض مسلمانوں نے مستقل بود و باش اختیار کر کے اسے اپنا وطن بنا لیا۔ شمالی ہند میں سب سے پہلے محمد بن قاسم آئے۔ اور ان کے بعد تین سو سال تک کوئی مسلمان بادشاہ اس علاقہ میں نہیں آیا۔ تین سو سال بعد مسلمان بادشاہ شمالی ہند میں مختلف اوقات میں داخل ہوتے رہے جنہوں نے یہاں پر حکومت کی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اگرچہ یہاں حکومت درآمدہ مسلمان بادشاہوں کی تھی، لیکن ہندو مسلمان آپس میں پریم اور محبت کے ساتھ رہتے تھے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے نام سے لوگ ناآشنا تھے۔ لوگوں میں ہمدردی اور غمخواری کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دھرم اور ایمان کو فوقیت دی جاتی تھی۔ چنانچہ ۲۶ر فروری ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں اخبار "ینگ انڈیا" لکھتا ہے کہ:-

"کسی طرح یہ ثابت نہیں کہ برطانیہ کے آنے سے قبل ہندو مسلم آپس میں لڑتے تھے"

برطانیہ نے جب ہندوستان کی باگ ڈور سنبھالی تو اپنی گوناگوں سیاسی اغراض کے پیشِ نظر ہندو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کے لئے کئی طریقوں سے زہر پھیلانا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام انگریزوں نے یہ کیا کہ بھارت کی تاریخ کو مسخ کیا اور مسخ شدہ تاریخ کے ذریعہ سیاسی اور مذہبی رواداری کو کم کرنا شروع کیا۔ اور وہ طبعی و ثقافتی یک جہتی جو کئی صدیوں سے ہمارے بھارت میں پیدا ہو چکی تھی اس میں کئی جگہ شگاف کر کے ایک طرف قومی اتحاد کی قوتوں کو نہایت ہی ہوشیاری کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا اور دوسری طرف انتشار پسندی اور تنگ نظری کی قوتوں کو بڑھاوا دیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم کمزوری اور انتشار کا شکار ہو گئے۔

ملک کے کالجوں اور سکولوں میں یہ مسخ شدہ تاریخیں پیش کی گئیں اور بچپن سے ہی طلباء کے دماغوں کو مسموم کرنا شروع کر دیا گیا ۱۹۴۷ء کے خون آشام دور میں دہلی میں مہاتما گاندھی روزانہ پرارتھنا سبھا قائم کیا کرتے تھے اور میں خود روزانہ ہی اس پرارتھنا میں شرکت کرتا تھا۔ ایک پرارتھنا میں گاندھی جی نے فرمایا تھا:-

"جب تک ہمارے ملک کے اسکولوں اور کالجوں میں تاریخ کی کتابوں کے ذریعہ ہماری تاریخ کو غلط انداز میں پڑھایا جاتا رہے گا اس ملک میں مستقل طور پر فرقہ وارانہ رواداری پیدا نہیں ہو سکتی۔"

شری جواہر لال نہرو نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب Discovery of India (تلاش ہند) میں انگریز مصنفین کی کتابوں کے متعلق حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں:-

"ہم میں سے اکثر لوگوں کو تاریخ ہند کی جو کتابیں پڑھنی پڑتی تھیں وہ عام طور پر انگریزوں کی لکھی ہوئی تھیں۔ جن میں انگریزی دور کے بارے میں طول و طویل مدح سرائی اور معذرت خواہی ہوتی تھی جب کہ اس سے پہلے ہزاروں سال کے دور میں کیا ہُوا اس کا ذکر بہت مختصر اور حقارت کے لہجہ میں ہوتا تھا۔"

آج بھی ہمارے ملک میں تاریخ کی کتابیں ان ہی پرانی کتابوں کی بنیاد پر لکھی ہوئی ہیں اور یہ اندرونی خانہ جنگی اور جھگڑے کی طویل داستان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

تاریخ کو اس بگڑی شکل میں پڑھنے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ علیحدہ جاتیوں، مذہبوں اور مختلف بولیاں بولنے والوں کے درمیان آپس میں بداعتمادی اور اور جھگڑے پیدا ہوگئے۔ اور ان کے دلوں میں ایسے وسوسے اور ایسے جذبات جاگزیں کر دیئے گئے کہ وہ یہ بات اچھی طرح محسوس کریں کہ اگر برطانوی حکومت کا حفاظت کرنے والا ہاتھ نہ ہو تو ایک بھیانک صورت پیدا ہو جائے گی نتیجہ یہ نکلا کہ باہم فسادات جھگڑوں اور مظالم کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ کلکتہ سے لے کر لاہور تک اور بمبئی سے لے کر نیپال کی حد تک قریباً ہر صوبہ میں بدامنی پھیل گئی

ہندوستان مذاہب کی مارکیٹ تھا۔ بدیشیوں نے اس ہتھیار کو بھی استعمال کیا اور مذہبی منافرت پھیلانے کے لئے یہ پروپیگنڈا بھی نہایت زور شور سے جاری کر دیا کہ اسلام ہندو دھرم کے اور ہندو دھرم اسلام کے خلاف ہے۔ اور اس مذہبی پروپیگنڈہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ لوگ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کو اچھا کہہ سکیں بلکہ یہ خیال بیٹھ گیا کہ جب تک ایک مذہب والا دوسرے مذہب کی برائی نہ کرے اس وقت تک اس کی برتری ثابت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کیا مسلمان اور کیا ہندو ایک دوسرے کے مذہب میں کیڑے نکالنے کے عادی ہو گئے۔ ایک دوسرے کے مذہب کو جھوٹا کہا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے پیشواؤں نبیوں اور اوتاروں پر گند اچھالا گیا اور سیاسی جنگ میں مذہب کو بھی زبردستی گھسیٹ لیا گیا اور اس کی مٹی بری طرح پلید کی گئی۔

جماعت احمدیہ کے بانی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام (۱۸۳۵ - ۱۹۰۸) نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے دیکھا کہ ملک میں ہندو اور مسلمان کے درمیان منافرت انتہائی درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔ آپ نے اس حالت کو دیکھ کر ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی کیلئے مذہبی نقطۂ نگاہ سے بالخصوص زور دیا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے "پیغام صلح" کے نام سے ایک مشہور لیکچر تحریر فرمایا جس میں مذہبی رواداری اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے کئی ایک اہم تجاویز پیش فرمائیں۔ جماعت احمدیہ آج بھی ان تجاویز پر عمل کر کے بھارت میں اتحاد کے لئے کوشاں ہے:

اختصار کے ساتھ وہ تجاویز ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

۱- ہر مذہب کے اندر سچائی پائی جاتی ہے کیونکہ ہر مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کا ایک خالق ہے جو رب العالمین ہے اور اس خالق کے ساتھ تعلقات استوار کرنا بھی ضروری ہے۔ جب ہر قوم یہ سمجھے گی کہ ہم ایک ہی خدا کے پیدا کردہ ہیں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ اس کی ساری مخلوق آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"خدا نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا ہے جو سورۂ فاتحہ میں ہے کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا ربّ ہے۔ عالم کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں۔"

(پیغام صلح)

۲- خدا تعالیٰ نے جس طرح انسان کی ہر جسمانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انتظام کیا ہے اسی طرح خدا نے اس کی روحانی تربیت کا بھی انتظام کیا ہے۔ اور یہ انتظام تمام ملکوں اور قوموں کے لئے اس رنگ میں کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ملک اور ہر قوم کی ضرورت کے مطابق نبیوں اور اوتاروں کو بھیجا۔ اس لئے ان سب نبیوں، پیغمبروں اوتاروں، رشیوں اور منیوں کی عزت کرنا ہم سب پر فرض ہے۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یوگیراج شری کرشن جی۔ شری رامچندر جی مہاراج۔ مہاتما بدھ۔ شری گورو نانک دیو جی مہاراج۔ حضرت کنفیوشس حضرت زرتشت سب خدا تعالیٰ کے فرستادہ تھے۔ اور ان کی عزت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اور ان کی توہین کرنا خطرناک زہر ہے۔

حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے نبی آئے اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی عزت اور عظمت جاگزیں ہوگئی اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گزر گیا تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے۔"

(پیغام صلح)

پھر فرمایا:-

"یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھایا۔ اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس کے نیچے آ گئی ہے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔" (تحفۂ قیصریہ)

جماعت احمدیہ حضور کی اس تحریک کی روشنی میں ہر سال نہایت کثرت سے پیشوایان مذاہب کا دن مناتی ہے جس میں ایک ہی اسٹیج سے مختلف پیشوایان مذاہب کی تعلیم پیش کر کے اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ستگورو شری گورو نانک دیو جی

کے ۷۵ سالہ جشن دن کے موقع پر جماعت احمدیہ کے نمائندگان نے ہر جگہ حصہ لیا۔ جماعت احمدیہ کی رواداری کے متعلق اخبار "فرنٹیئر میل" ڈیرہ دون اپنی ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے :۔

"احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے۔ تمام پیشوایان مذاہب کی عزت و تکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں پیش کیا ہے۔ چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جب کہ ابھی مہاتما گاندھی افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے مرزا غلام احمد صاحب (بانی سلسلہ احمدیہ) نے اپنی تجاویز پیش فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اور اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو"

۳ - پیشوایان مذاہب کی تعظیم کے ساتھ آپ نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ جملہ مذہبی کتب کی بھی تقدیس کی جائے اور ان کی حرمت کا بھی خیال رکھا جائے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں ...... خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسانوں کا افترا نہیں۔ انسان کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے"
(پیغام صلح)

جماعت احمدیہ حضور کی اس تجویز کی روشنی میں تمام مقدس کتابوں کا احترام کرتی ہے اور ہر مذہب والے سے بھی یہ استدعا کرتی ہے کہ جہاں وہ اپنی مذہبی کتاب کا تقدس قائم کریں وہاں دوسری مذہبی کتابوں کا بھی احترام کریں۔

۴ - ہر قوم اپنے پیشوا کی سیرت کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق اور کیریکٹر کو اونچا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ تمام پیشوایان مذاہب نے نہایت ہی بلند کیریکٹر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے عربوں کی مثال دے کر بتایا کہ وہ لوگ وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ہر قسم کی برائی ان میں تھی۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے نتیجہ میں وہ وحشیانہ حالت سے نکل کر پہلے انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان۔
(پیغام صلح)

خود بانی سلسلہ احمدیہ نے نہ صرف بلند کیریکٹر کی تعلیم دی بلکہ نہایت ہی بلند کیریکٹر کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی جماعت میں بھی وہ انقلاب پیدا کئے۔ ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ ایم بی بی ایس دہلی تحریر فرماتے ہیں :۔

"قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنی نیکی اور بلند اخلاق سے اپنے ماحول کو بھر دیا۔ یہ خوبیاں اس کے لاکھوں ماننے والوں میں پائی جاتی ہیں۔ احمدیہ جماعت ایک تعمیری نقطۂ نگاہ رکھنے والی اور پابند قانون جماعت ہے...... گزشتہ فسادات میں بھی ان کے ہاتھ فتنہ و فساد سے پاک رہے۔ یہ سب کچھ ان کے لیڈر کی عمدہ تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔" (اخبار سٹیٹسمین)

۵ - ہر قوم دوسروں کے جذبات اور احساسات کا بھی اسی طرح خیال رکھے جس طرح وہ اپنے جذبات کا خیال رکھتی ہے۔

آجکل ایک نہایت ہی اہم مسئلہ اکثریت کی طرف سے گئوکشی کا درپیش ہے۔ اس مسئلہ کو مذہبی رنگ دے کر عوام کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے اور گورنمنٹ سے مطالبات کئے جاتے ہیں کہ سارے ہندوستان میں گاؤکشی بند کی جائے۔ میرے نزدیک یہ مسئلہ مذہبی نہیں بلکہ صرف جذباتی ہے۔ کیونکہ ہندو مذہب کی بنیادی کتابوں میں نہ صرف یہ کہ گائے کے تحفظ کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں بلکہ مختلف مواقع اور رسموں کے سلسلہ میں گئو یگیہ کے واضح احکامات موجود ہیں۔ ہندو مذہب اور ہندو تاریخ کے بڑے بڑے محققین اور شارحین نے اس بات کا بہت کھل کر اعتراف کیا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ ہرگز مذہبی نہیں بلکہ یہ مسئلہ جذباتی ہے۔ تاہم اس مسئلہ کے متعلق بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا :۔

"ہم کو اس کے ساتھ ضرور ہوگا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں۔ اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے۔ مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض سے ...... جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں"
(پیغام صلح)

آپ نے تو یہ تجویز بھی فرمائی کہ جماعت احمدیہ اور اہل ہنود کے نمائندگان گاؤکشی کو بند کرنے کے لئے باقاعدہ معاہدہ کریں اور اس معاہدہ کو توڑنے پر ایک تاوان کی رقم مقرر کر دی جائے لیکن افسوس ہے کہ اس قسم کے معاہدہ کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ ورنہ اگر اس قسم کا معاہدہ ہو جاتا تو ہندوستان میں اس مسئلے میں ایک بہت بڑا انقلاب ہو جاتا۔

۶ - حکومت سے مطالبات کو منوانے کے لئے بغاوت، توڑ پھوڑ، ہڑتالوں وغیرہ کے مظاہرے نہ کئے جائیں

احمدیہ جماعت اگرچہ خالصتہً ایک مذہبی جماعت ہے اور احمدیہ نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ غیر ملکیوں سے آزادی اور اپنے جائز حقوق حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے حصول میں فتنہ و فساد پیدا کرنا ناپسندیدہ فعل ہے اور اس سے ملک کو نقصان پہنچتا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ اگر اس وقت خلاف قانون طریقے اختیار کر کے ہم آزادی حاصل کریں گے تو سوراج ملنے پر لوگ ایسے طریق کو درست کہتے ہوئے ملکی حکومت کے لئے مشکلات پیدا کریں گے

چنانچہ آج یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ عوام ملکی حکومت کے خلاف بھی وہی آزمودہ ہتھکنڈے اختیار کر رہے ہیں جو انگریزوں کے خلاف کئے گئے تھے۔

۷ - تبدیلی مذہب کے لئے کسی پر جبر نہ کیا جائے

بانی سلسلہ احمدیہ نے بتایا کہ قرآن مجید نے واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب کے بارہ میں جبر جائز نہیں۔ فرمایا :۔

"میں نہیں جانتا ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کونسے سامان تھے"
(پیغام صلح)

۸ - تاریخ کو صحیح رنگ میں پیش کیا جائے اور پرانے تاریخی واقعات کو دہرا کر منافرت پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا :۔

"تاریخ بہت سی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ ہر ایک مذہب کے لوگوں میں یہ نمونے موجود ہیں کہ راج اور بادشاہت کی حالت میں بھائی کو بھائی نے اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ایسے لوگوں کو مذہب دیانت اور آخرت کی پروا نہیں ہوتی...... ہر ایک شریف کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہئیے کہ خود غرض بادشاہوں اور راجاؤں کے قصوں کو درمیان میں لا کر ان کے کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے حصہ نہ لیں۔ وہ ایک قوم تھی جو گزر گئی۔ ان کے اعمال ان کے لئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔ نہیں چاہئیے کہ اپنی کھیتی پر ان کے کانٹوں کو نہ بوئیں۔" (ست بچن)

اس تجویز کی روشنی میں اتحاد کو قائم کرنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ تاریخ کے فرضی یا حقیقی واقعات کو دوہرا کر فضا کو مکدر نہ کیا جائے

۹ - ہندوستان میں رہنے والے سب افراد کو بلالحاظ مذہب و ملت ملک کا وفادار شہری سمجھا جائے اور انہیں حصہ رسدی حقوق دئے جائیں اور مذہب کی بنا پر کسی کی وفاداری پر شک نہ کیا جائے

۱۰ - سیاسی لیڈروں اور قومی رہنماؤں کی عزت کی جائے۔ کیونکہ وہی عوام میں حب الوطنی کا صحیح جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے۔ آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی سیاسی لیڈروں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں اور عوام میں مادر وطن کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض فرقہ پرست لیڈر قوم کے جذبات کو مشتعل کر کے انہیں تشدد پر اکساتے ہیں اور فساد ہو چکنے پر ریلیف فنڈ جمع کرتے ہیں اور پھر یہ لاکھوں کروڑوں روپیہ اپنی مرضی کے مطابق تصرف میں لاتے ہیں۔ اس صورت میں عوام میں حب الوطنی کا جذبہ اور ملک میں امن و اتحاد پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ پیارے بھائیو! ملک کی طاقت اتحاد میں ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے سچ فرمایا تھا کہ :۔

"ہندوستان کی طاقت اس کے اتحاد میں ہے۔ جب بھی ہندوستانی جھگڑے میں پڑے ان کی آزادی سلب ہو جاتی رہی ہے۔"
(ٹریبیون ۱۶ مئی ۱۹۶۱ء)

اگر ہم سب مل کر ان تجاویز پر عمل کریں تو نہایت ہی مضبوط قومی یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے اور بھارت ورش میں پُرامن فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ خدا کرے ہم سب مل کر محبت اور ملاپ کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اور ملک کی ترقی میں ممد و معاون ہوں۔ آمین

درخواست دعا

مکرم برادرم ڈاکٹر محمد طاہر صاحب ایم ڈی اورلیگان (امریکہ) اپنی اور اپنے تمام بچوں اور سب کی اولادوں کی دین و دنیا میں ترقی اور بہتری کے لئے اور اپنی والدہ محترمہ کی صحت و عافیت کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں
خاکسار حنیف احمد گجراتی درویش قادیان

مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا علاج

خلافتِ راشدہ

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ایڈیٹر ماہنامہ "الفرقان" ربوہ

نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو براہِ راست ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرماتا ہے۔ نبی کے ذریعہ جو پاکباز لوگوں کی جماعت بن جاتی ہے۔ اور جسے نبی کی روحانی تربیت سے وافر حصہ ملتا ہے۔ نبی کے وصال کے بعد اس جماعت کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ آئندہ کے لئے جماعت کے روحانی سربراہ کا انتخاب کرے۔

یہ وقت بڑا دردناک ہوتا ہے۔ نبی کی وفات پر جماعت کے افراد احساسِ یتیمی سے دلفگار ہوتے ہیں۔ دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے ان کے زخموں پر نمک پاشی ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ گداز دلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے خلافت کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس انتخاب کو خدائی تائید حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا سایہ خلیفۂ راشد کے سر پر ہوتا ہے۔

آسمانی تائید و نصرت کا پہلا نمونہ یوں نظر آتا ہے کہ جماعت کے دل طمانیت حاصل کرتے ہیں۔ ان کی شیرازہ بندی مضبوط ہو جاتی ہے۔ ان کا قلبی اتحاد پختہ تر ہو جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا نمونہ اس تائیدِ ایزدی کا یہ نظر آتا ہے کہ خلافت کی رہنمائی میں اس جماعت کو نبی کے مشن کی تکمیل اور اس کے لائے ہوئے پیغام کی اشاعت کی توفیق ملتی ہے۔ ان کی مساعی بار آور ہوتی ہیں اور نمایاں نتائج دنیا کے سامنے نظر آتے ہیں۔ گویا یہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہوتی ہے کہ یہ انتخاب درحقیقت خدائی انتخاب ہے۔

تیسرا نمونہ تائیدِ ایزدی کا اس وقت نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے جب مخالفین جماعت کے خلاف خوفناک منصوبے بناتے ہیں۔ اور جماعت کے نیست و نابود کرنے کی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں تب رحمتِ خداوندی یوں جلوہ گر ہوتی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خوف کو امن سے تبدیل کر دیتا ہے اور دشمن ناکام و نامراد رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اشاعتِ دین کے غیر معمولی سامان پیدا فرماتا ہے اور اپنی پاک کتاب قرآن مجید کی عظمت کو قائم کر دیتا ہے۔

چوتھا نمونہ تائیدِ ایزدی کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہ بشاشت سے دین کے لئے جانی اور مالی قربانی کرتے ہیں اس طرح سے اشاعتِ دین کا مستقل اور وسیع تر نظام عملی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قربانیوں کا یہ سلسلہ الٰہی جماعتوں [illegible] ہوتی ہے۔ زندگی بھر اپنی [illegible] سے دین کی خدمت کے لئے حصہ پیش کرتے ہیں اور پورے انشراح صدر سے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے وہ اس پر دوام اختیار کرتے ہیں۔ گویا خلافت کے ذریعہ تمکینِ دین کا نظام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

اسلام کے دورِ اوّل میں خلافت کی برکات کا جو نظارہ مسلمانوں کو نظر آیا اور اسلام کی اشاعت کے جو غیر معمولی سامان پیدا ہوئے اور روحانی نعمتوں کا جو سلسلہ نزول امتِ مسلمہ پر ہوا اس کے باعث امت کے تمام درد مند تمنا کرتے رہے ہیں اور آج بھی بہت سے دلوں میں یہ حسرت ہے کہ کاش خلافتِ راشدہ کا دور پھر عود کر آئے۔ آج [illegible] جو خیالی و عمل کی پراگندگی [illegible] سے اس سے دل زخمی ہیں اور ہر شخص کی خواہش ہے کہ کاش پھر دورِ خلافت لوٹ آئے۔ [illegible] کے اخبار تنظیم اہلحدیث کے ایڈیٹر صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ خاص توجہ کے [illegible] ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اگر زندگی کے [illegible]
ایک دفعہ بھی خلافت علی منہاج نبوت
کا نظارہ نصیب [illegible]
کہ ملتِ اسلامیہ [illegible]
اور روٹھا ہوا خدا پھر [illegible]
اور بھنور میں گھری ہوئی [illegible]
کی یہ ناؤ شاید کسی طرح اس کے
نرغے سے نکل کر ساحلِ عافیت سے
ہمکنار ہو جائے۔ [illegible]
ہم سب سے خدا [illegible]
تم نے ہر ایک [illegible]
کی۔ کیا اسلام کے غلبہ اور [illegible]
اقتدار کے لئے بھی کچھ کیا"

(تنظیم اہلحدیث لاہور [illegible])

یہ اقتباس دلی تمنا کا اظہار کرتا ہے اور اس میں خلافت علی منہاج نبوت کے فوائد کو واضح کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت امتِ مسلمہ کے جملہ امراض کا علاج خلافتِ راشدہ میں ہے۔ اسلام کی اشاعت اور قرآن مجید کا غلبہ خلافتِ راشدہ سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول خلافتِ راشدہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اس عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ الحمد للہ۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے فضل کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں اور خلافتِ راشدہ سے وابستگی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ فضلوں کے وارث بنیں۔ اللّٰھم آمین۔

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا!

مجنتوں میں ڈھلی ہوئی کیف زا نواؤں میں یاد رکھنا
منجھی ہوئی سوز و سازِ الفت کی التجاؤں میں یاد رکھنا
دلوں کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی نداؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

خرد کے ہوش آفریں مناظر میں محو ہو کر بھلا نہ دینا
سُرورِ نغماتِ بربطِ زندگی میں کھو کر بھلا نہ دینا
بھلا نہ دینا، تجلیوں سے دھلی فضاؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

خدا کی بستی کے پاسباں ہو خدا تمہارا مُعین و ناصر
تمہی حقیقت میں کامراں ہو خدا تمہارا مُعین و ناصر
اٹھیں جو مینار کی بلندی سے ان صداؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

کلامِ ایزد ہوا تھا نازل جہاں فضاؤں میں تم وہاں ہو
وہ ماہِ نو کھیلتا تھا جن نقرئی ضیاؤں میں تم وہاں ہو
زراہِ الطاف تیرہ بختوں کو بھی ضیاؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

جہاں نشیب و فراز پر ہے شعورِ فطرت کی نقش کاری
ریاضِ جنّت کی نزہتوں میں بسی ہوئی ہیں ہوائیں ساری
بہشت کی! ہاں انہی تقدّس بھری فضاؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمدؑ میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

ہماری تقدیر میں فراق اور تمہیں وصالِ حبیب حاصل
کہاں کوئی خوش نصیب ایسا جسے ہوا ایسا نصیب حاصل
یہ التجا بس! شبوں کی درد آفریں فضاؤں میں یاد رکھنا

دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

ثاقب زیروی

احمدیت ——— میری نظر میں

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

احمدیت ایک شعلۂ جوالہ ہے !

بجھتی ، سرد ہوتی ہوئی راکھ کے ڈھیر میں کچھ ننھی ننھی سی دم توڑتی ہوئی چنگاریاں گاہے گاہے جب ہوا کے اشتعال سے جھلملا اٹھتی تھیں تو زندگی کی رمق کا ایک خوابیدہ سا احساس ہوتا تھا ورنہ سارا ماحول شدید افسردگی کے چنگل میں تھا۔ چنگاریوں میں کیفیت تشنگی دم بدم معدومی کی طرف مائل تھی۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی چنگاریاں چند ہی لمحات میں اسی بجھتی ہوئی راکھ کا ایک جزو بن جائیں گی۔

کچھ لوگ راکھ کے اس ڈھیر کے ارد گرد کھڑے تھے۔ بعض کے چہروں پر مسرت اور شادمانی کے آثار تھے جب کوئی چنگاری دم توڑتے ہوئے ایک آخری چشمک کے ساتھ موت کی ہچکی لیتی تھی تو ان کے چہروں بشروں پر مسرت اور بہجت کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔

انہی لوگوں میں ایک پادری بھی لمبی عبا پہنے کھڑا تھا۔ جب کوئی چنگاری موت سے ہمکنار ہوتی وہ کھل کھلا کر ہنستا اور قہقہے لگانا شروع کر دیتا تھا۔ یکایک اس نے ایک فاتحانہ سے انداز میں اپنا بازو ہوا میں لہرایا اور ایک کڑک دار آواز سے حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یوں کہنا شروع کیا :-

”اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو افگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ۔ دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہونچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ ”ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے“

(بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

عبا پوش پادری کا یہ تعلّی آمیز دعویٰ سن کر مسرور چہرے اور زیادہ مسرور ہو گئے پادری کے بلند بانگ دعوے کی صدائے بازگشت دیر تک فضا میں گونجتی رہی

اسی مجمع میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر افسردگی اور پژمردگی مسلط تھی۔ وہ جب کسی چنگاری کی موت کا مشاہدہ کرتے ان کے چہروں پر افسردگی اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ پادری کی تعلّیاں سن کر تو ان کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔ ان میں سے ایک نے پادری سے پوچھا ”آپ کا نام؟“ پادری نے سینہ تان کر اپنا نام بتایا ”ڈاکٹر جان ہنری بیروز“ !

پھر ایک اداس اور مغموم سے انسان نے مجمع کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس کی آواز میں درد اور سوز کی جھلک تھی۔ اس کی آنکھوں کے کونے بھیگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خونفزدگی اور سراسیمگی کی کیفیت کے ساتھ ایک بیاض جیب سے نکالی اور پُرسوز لے میں ایک مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ مرثیے کے ابتدائی اشعار سن کر ہی پادری اور اس کے ہمنواؤں کے قہقہے اور بلند ہو گئے۔ اور افسردہ چہروں کی افسردگی اور بڑھ گئی۔ اور مرثیہ پڑھا جاتا رہا ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی
پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی
پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبلِ نغمہ خواں کی
کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

لوگوں نے شاعرِ مغموم سے پوچھا آپ کا نام؟ شاعر نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا ”میرا نام الطاف حسین حالی ہے“۔ ایک دردمند دل رکھنے والے نے کہا ”مولیٰنا ! مرثیہ تو مُردوں کا پڑھا جاتا ہے۔ کیا آپ نے واقعی اسلام کو مردہ سمجھ لیا ہے؟“ مولیٰنا نے فرمایا ”اس کا اندازہ راکھ کے اس ڈھیر کو دیکھ کر تم خود کر لو۔ میرے دل میں ایک تڑپ تھی جسے میں نے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔“

مایوسی کا یہی ماحول تھا۔ قنوطیت اسی طرح سارے ماحول پر پنجے گاڑے اسے افسردہ کئے ہوئے تھی۔ یاسیت گزیدہ اور کمزور دل مسلمان اسی طرح مرثیے پڑھ لیتے تھے۔ اہلِ اسلام میں سے دردمند دل رکھنے والے ایک آس دلوں میں لئے کسی معجزہ کے انتظار میں آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے لیکن بدقسمتی سے وہ دور از امکان عجمی روایات کی بناء پر اسرائیلی عیسیٰ مسیح کو اسلام کا نجات دہندہ یقین کر کے قریباً ۱۹۰۰ سال قبل کے فوت شدہ ایک نبی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے اور اس خیالِ خام کو دلوں میں لئے بیٹھے تھے کہ امتِ مرحومہ کی اصلاح اور اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا عظیم کام ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰؑ کے نزولِ مکرر سے وابستہ ہے۔ وہ نادان عقلِ سلیم سے اس قدر عاری تھے کہ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے تھے کہ

ایک نبی دو مذاہب کا داعی نہیں ہو سکتا

یہی قنوطیت زدہ ماحول تھا کہ اسی بجھتی سرد ہوتی ہوئی راکھ کی بے جان چنگاریوں میں سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق یکایک ایک شعلہ بلند ہوا جس کی تیز روشنی اور حرارت نے آناً فاناً آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی اور ماحول میں گرمی پیدا کر دی۔ — وہ اسلام جسے راکھ کا بے جان ڈھیر سمجھ کر ابھی چند لمحے قبل پادری صاحب بغلیں بجا رہے تھے اور یاسیت زدہ مسلمان ناامیدی کے بحرِ بے کراں میں غوطے کھا رہے تھے اب مسیحائے دوراں کے دم سے بصورتِ شعلۂ جوالہ بلند ہو کر فضا میں روشنی بکھیر رہا تھا اور اسی روشنی کے اندر سے ایک نہایت پُرشوکت آواز آرہی تھی

؏ میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

یہی وہ شعلۂ جوالہ ہے جسے ہم احمدیت کا نام دیتے ہیں — احمدیت — جو قادیان کی گمنام بستی سے بے سروسامانی کی حالت میں آج سے اسی سال قبل اٹھی اور ایک قلیل اور غریب جماعت کی قربانیوں کے دوش پر سوار ہو کر آفاقِ عالم کو چھو چکی ہے۔ اور مذہبی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اور خدا کے فضل سے ہم تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہماری منزل ہمارے استقبال کے لئے ہماری طرف بڑھی چلی آرہی ہے

سو احمدیت ایک شعلۂ جوالہ ہے ان معنوں میں کہ جو بھی شخص اس میں داخل ہوتا ہے وہ اپنی تمام ذاتی خواہشات اور ضروریات کو اس شعلے کی تیز آنچ میں جلا کر بھسم کر دیتا ہے اور اس شعلے کی حرارت اپنے رگ و ریشے میں بھر لیتا ہے — احمدیت ایک پیغام ہے جو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے لئے آسمان سے تائیداتِ الٰہی کے ساتھ نازل ہوا ہے — احمدیت ایک صورِ اسرافیل ہے جو روحانی مردوں کے اندر زندگی کی رمق پیدا کر کے میرے جیسے لاکھوں لولوں لنگڑوں کو سرپٹ بھاگنے کی توانائی بخش چکا ہے اور یہ عمل قیامت تک جاری رہیگا — احمدیت ایک التہابِ ایمانی ہے جو قلوب کی گہرائیوں میں دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے ایک سوز اور تڑپ پیدا کرتا ہے اور — احمدیت ایک نام ہے اسلام کا جو محض ایک امتیازی علامت کے طور پر اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے متبعین آج کی مادی دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لئے والہانہ رنگ میں بے مثال قربانیاں کر رہے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کے منہ سے روٹی کے ٹکڑے چھین کر اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی خاطر مرکزی خزانے بھر رہے ہیں !

جس طرح جنگ کے ایام میں شدید زخمیوں کو خون دینے کے لئے حکومتیں یہ انتظام کرتی ہیں کہ بلڈ بنک Blood Bank کھول دئے جاتے ہیں اور اہلِ درد لوگ اپنی شریانوں کا خون زخمیوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح اسلام جو چاروں طرف سے اعداء کی تیر اندازی سے شدید زخمی ہو چکا تھا احمدیت اس کا بلڈ بنک ہے۔ اسلام — شدید زخمی اسلام کو ضرورت تھی کہ اس کے نام لیواؤں میں سے اہلِ درد لوگ آگے آئیں اور اپنی شریانوں کا گرم اور جوش کھاتا ہوا خون اس کے جسم میں داخل کریں۔ سو ایسے لوگ جنہوں نے یہ پیشکش کی کہ ہم اپنے خون کا ایک ایک قطرہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے نچوڑانے کو تیار ہیں وہ احمدی کہلائے۔ انہوں نے زندگی بھر کے لئے اپنی فصدیں کھلوا لیں۔ اور خالی بوتلیں ان کے بازوؤں

سے بندھی رہتی ہیں اور ہر ماہ خون سے بھر کر بلڈ بنک — احمدیت کے مرکز — میں پہنچ جاتی ہیں۔ اپنی شریانوں کا گرم خون ایک جذبے، شوق اور امنگ کے ساتھ دینے والے لوگ احمدی کہلاتے۔

میں اپنے ہر مخاطب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس وقت دنیا میں کوئی اور بھی ایسی جماعت ہے جو دنیا میں سب سے چھوٹی ہو مگر قربانی کے میدان میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو۔ جس کا بقدر ۲۰۰ روپیہ ماہوار پانے والا ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ اپنے مرکز کو ۱/۳ ۱۶ روپیہ مختلف مدات میں ادا کرتا ہو۔ اور زندگی بھر اس معیار کو قائم رکھے۔

اشاعت اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے اس بلند معیار کو دیکھ کر بھی نادان لوگ ہمیں کافر اور مرتد کے خطابات عطا کرتے ہیں۔ ہمیں ان خطابات پر غصہ نہیں آتا۔ بلکہ ان لوگوں پر رحم آتا ہے جو اپنے گم کردہ راہ اور بے عمل علماء کے بہکاوے میں آ کر احمدیت کی صداقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جہاد سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اور یوں وہ اپنی نادانی سے اسلام کی آخری فتح کو تاخیر میں ڈال رہے ہیں۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ان نادانوں نے اپنی بھی اور ہماری بھی بہت سی طاقت جو ہم سب مل کر اسلام کے دفاع کے لئے خرچ کر سکتے تھے ضائع کر دی ہے۔ کاش! وہ احمدیت کے آسمانی پیغام کو سمجھتے اور ہمارے ساتھ مل کر اسلام کی سربلندی کے لئے روحانی جہاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ابدی فضلوں کے وارث بنتے۔

سو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے احمدیت کا قیام آج سے اسّی ۸۰ سال قبل اس زمانہ میں ہوا جب کہ اسلام چاروں طرف سے اپنے مخالفین اور معاندین کے شدید حملوں کا شکار ہو کر سخت مایوسی اور افراتفری کے عالم میں تھا۔ حضرت سید احمد بریلوی نے تھوڑا ہی عرصہ قبل ایک بے پایاں خلوص اور دردِ دل کے ساتھ اسلام کے دفاع کے لئے جو پُر جوش جہاد شروع کیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور اب عالم اسلام کلّی طور پر عالم انحطاط میں تھا۔

یہی زمانہ تھا جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا بیڑا اٹھایا۔ اور اسلام کی خاطر جان، مال، عزت اور وقت قربان کرنے والی ایک جماعت پیدا کی۔ ایک ایسی جماعت جس کا ہر فرد نشۂ حبِ اسلام سے سرشار تھا یہ جماعت انگلیوں پر گنے جانے کی حد تک قلیل تھی۔ اور اس کی قلت کو دیکھ کر مخالفین تمسخر، استہزاء اور حقارت کے مظاہرے کرتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:—

”اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا .... میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے“

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴)

اور آج یہ پیشگوئی کرنے والے کی، پیشگوئی کرنے والے کی، اور اس پیشگوئی کی صداقت ہمارے سامنے ہے اور ہم خدا کی قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی اپنے ایک ایک لفظ کے ساتھ پوری ہو چکی ہے اور ہوتی رہے گی تا آنکہ اسلام اپنے دلائل اور براہین کے رُو سے ساری دنیا پر غالب آ جائے۔

آج کون ہے جو اس حقیقت کا انکار کر سکے کہ احمدیت جو اسّی ۸۰ سال قبل ایک ننھے اور حقیر سے بیج کی شکل میں تھی آج اس کی شاخیں بڑی مضبوطی کے ساتھ اکنافِ عالم میں قائم ہو چکی ہیں اور دنیا کے اکثر ممالک میں ہمارے تبلیغی مشن ایک غیر معمولی فعالیت کے ساتھ دن رات اشاعتِ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اور ہمیں کافر اور مرتد قرار دینے والے آج بھی بدستور خوابِ خرگوش میں ہیں۔!

بعض نادان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ جس کی ساری تعداد آج دنیا میں ۲۵ یا ۳۰ لاکھ کے درمیان ہے۔ یہ قلیل جماعت اتنی بڑی دنیا میں روحانی انقلاب کس طرح برپا کر سکے گی؟

سوال واقعی اہم ہے لیکن یہ بات کی تو وہ روزِ ازل سے کر رہے ہیں جبکہ احمدیت صرف دو چار افراد کی جماعت تھی۔ وہ نہیں جانتے یا نہیں جاننا چاہتے۔ کہ برگد کے بیج کو منہ کی پھونک سے گزوں دور پھینکا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بیج پھوٹ کر بڑھتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد ہزاروں لوگ اس کے سائے تلے آرام کرتے ہیں۔

احمدیت کا وہ مخالف جو آج سے ۸۰ سال قبل جوان تھا اور اس نے احمدیت کی مخالفت میں سرگرم حصہ لیا تھا، اگر آج بھی بقید حیات ہو، ہوش و حواس زندہ ہو اور دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو تو وہ اقرار کرے گا کہ احمدیت نے مخالفت کی بپھری ہوئی آندھیوں اور خون کی ندیوں میں سے اپنا راستہ بنایا۔ اور تلواروں کا جواب مظلومیت، محبت اور دلائل سے دیتی ہوئی کامرانی کی شاہراہ پر چل نکلی۔ ہندوستان بھر کے علماء، گدی نشینوں، سجادہ نشینوں اور پیروں نے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی احمدیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے بنائے اور دعوے کئے کہ وہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے ظاہر ہے کہ احمدیت اتنی بڑی بارسوخ طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ پھر آخر وہ کونسی طاقت تھی جس نے ان تمام مخالفین کی ساری طاقتوں کو توڑ کر رکھ دیا؟ کیا وہ طاقت خدائے عرش کے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے؟! پھر کیا یہ یقین کرنے کے قرائن موجود نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ احمدیت کی پشت پناہ ہے۔ ورنہ خدا کی قسم ہمیں برملا اعتراف ہے کہ ہم بہت زیادہ کمزور ہیں اور کسی بھی پارٹی کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن اس اعتراف کے ساتھ ہی ہمارے دل اس یقین سے لبریز ہیں کہ ہمارا ساری طاقتوں کا مالک خدا ہمارے ساتھ ہے اور احمدیت کے ساتھ جو بھی ٹکرائے گا ہمارا طاقتور خدا خود اس کے مقابلہ پر آ جائے گا۔ ہمیں اس کے وعدوں اور اور تائید و نصرت پر پورا ایمان ہے۔ ہمارے مخالفین نے بارہا ہماری بے دست و پائی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت نہ دی۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ وہ خود کہتے ہیں جو ان احزاب میں شامل تھے جنہوں نے احمدیت کو صفحۂ گیتی سے نابود کر دینے کی قسمیں کھائی تھیں۔ دیکھئے تو! اس سے زیادہ واضح اعتراف کون کرے گا:—

”ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقوے، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ و اغفر لہم کے بارہ میں ہمارا حسنِ ظن یہی ہے، کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ پڑھنے والوں کیلئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن اس کے باوجود ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں (گزشتہ ہفتہ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے) اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ترین ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۶-۱۹۵۵ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔“

(المنبر ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد اشرف صاحب مدیر المنبر لائلپور نے اوپر کے اقتباس میں اپنے واجب الاحترام بزرگوں کی جو فہرست دی ہے اس میں شاید وہ سہواً مولانا ظفر علی خاں صاحب اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام درج نہیں کر سکے حالانکہ ان کی شخصیتیں بھی پہاڑوں سے کم نہ تھیں اور ان دونوں نے علی الترتیب اپنے اخبار اور اپنی شعلہ بیانی کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک احمدیت کے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں ایک آگ بھڑکائے رکھی

پھر مولانا محمد اشرف صاحب کا یہ اقتباس تو ۱۹۵۶ء کا ہے جس میں جماعت احمدیہ کے ۵۶-۵۵ء کے بجٹ کا ذکر انہوں نے حیرت کے ساتھ فرمایا ہے۔ لیکن اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں یہ خوشخبری دینے کی پوزیشن میں ہیں کہ ۷۰-۱۹۶۹ء میں ہمارا بجٹ ۱۰۰ لاکھ سے بھی بڑھ چکا ہے الحمد للہ۔ لیکن ابھی تو ہماری جماعت غریب ہے

عوام پر مشتمل ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد احمدی راک فیلروں۔ احمدی ٹاٹاؤں اور احمدی برلاؤں کو قبول حق پر مبارکباد دینے والے ہیں۔ دنیا کی نظروں میں یہ بات انہونی ہو تو ہو لیکن ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوگا بلکہ بڑے بڑے بادشاہ اور سربراہ بھی جو ایک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات سے برکت حاصل کرنے کے لئے در خلافت پر قطاریں لگائے انتظار گاہ میں بیٹھے ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جیسا کہ مولانا محمد اشرف صاحب نے خود اعتراف کیا ہے مذکورہ بالا اقتباس والے تمام علماء نے گویا اپنی زندگیاں احمدیت کی مخالفت کے لئے وقف کر رکھی تھیں اور وہ پورے متحدہ ہندوستان میں بیحد اثر و نفوذ رکھتے تھے اور کروڑوں لوگ ان کے تابع فرمان تھے۔ اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان کروڑوں ہی لوگوں نے اپنی اپنی جگہ احمدیت کو مٹا دینے کے لئے اپنے تمام ذرائع خرچ کئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت نے ہر موقع پر احمدیت کی حفاظت کے سامان پیدا فرمائے۔

اس بے سرو سامانی میں احمدیت خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جو مخالفت کی تیز و تند آندھیوں اور ہمہ گیر طوفانوں کا مقابلہ کرتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کی شاخیں خدا کے فضل سے دنیا کے ہر حصے میں نہایت مضبوطی سے قائم ہو چکی ہیں اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے سر پر تسلی آمیز ہاتھ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ ..... وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"
(الوصیت)

اس عظیم الشان پیشگوئی کا ایک ایک لفظ ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے بیج کو اُگتے دیکھا۔ مصائب کے زلزلوں میں اسے پنپتے دیکھا اور حوادث کی آندھیوں میں اسے بڑھتے دیکھا۔ قوموں نے ہم سے ہنسی اور ٹھٹھا بھی کیا۔ اور سخت کراہت آمیز سلوک بھی کیا اور دنیا کا کونسا ظلم ہے جو ہم پر روا نہیں رکھا گیا اور نئے سے نیا ظلم ایجاد کر کے ہمیں اس کا تختۂ مشق نہیں بنایا گیا۔ ! وہ سانحات دلدوز کب بھلائے جا سکتے ہیں جب ہماری میتوں کو بھی کافر قرار دے کر قبروں سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا تھا اور جیسے کوّے اور گدھ ان کی بوٹیاں نوچا کرتے تھے۔ زندہ رہنا بھی ہمارے لئے دوبھر تھا اور موت اس سے بھی زیادہ پریشان کن تھی۔ اس حقیقی تلخ اور دردناک واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درجنوں احمدیوں کی بیویاں محض اس لئے ان بیچاروں سے جبراً چھین لی گئیں کہ شوہر احمدی ہونے کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے اور نکاح از خود فسخ ہو گیا ہے۔ اس کافر شوہر اور اس مومنہ بیوی کے بچے حلوہ خور ملاؤں کے فتوی کی زد میں آ کر والدین کے جیتے جی یتیم ہو جاتے تھے۔ ہندوستان کے لاکھوں دیہات کی وہ کونسی گلی اور نکڑ ہے جہاں ناکردہ گناہ احمدیوں کو گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ اور اسی ملک کی وہ کونسی مسجد ہے جس میں احمدیوں کا داخلہ ممنوع قرار نہ دیا گیا ہو۔ مشرقی پنجاب میں اب بھی ایسی مسجدیں موجود ہیں جن کے بیرونی دروازوں پر جلی خط میں لکھا رہتا تھا کہ
"یہاں قادیانیوں کا داخلہ منع ہے"
بلکہ شائد میں پانی کی ایک سبیل تھی جہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی پانی پیتے تھے لیکن ممانعت تھی تو صرف قادیانیوں کے لئے!
غرض ایسا دور تو ہم پر کوئی گزرا ہی نہیں جب نئے سے نیا ظلم ایجاد کر کے ہمیں اس کا تختۂ مشق نہیں بنایا گیا۔ لیکن جماعت احمدیہ پر ظلم و ستم کی جس قدر یورشیں ہوئیں اللہ تعالیٰ نے اسی قدر اسے صبر کے بلند ترین مقام پر کھڑا ہونے کی توفیق بخشی اور اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔

سو احمدیت کا ایک امتیازی مقام یہ ہے کہ وہ صبر اور دعا کے مقام اعلیٰ پر قائم ہے اور حوادث کے زلزلوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کے متبعین کو صبر کا سبق یاد رکھنے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائی ہے۔ اتنا صبر کہ ان کے صبر کو دیکھ دیکھ کر ظلم و تعدی کو شرمسار ہونا پڑتا رہا۔ اور بقول شاعر سہ

ہماری سخت جانی سے ہُوا مشکل ہنسی قاتل کا
سرِ مقتل بھی ہم نے کر لیا دارالاماں پیدا

لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمارے صبر کے شیریں ثمرات بھی پیدا فرمائے اور ہر نئے ظلم کے خاتمہ پر ہماری جماعت نے ترقی کی ایک نئی منزل پائی اور فتح و نصرت کے دروازے ہم پر کھلتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیں صبر اور ایمان کی زیادتی بخش کر پورا ہوتا رہا اور یہی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ یعنی:۔

"یہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

اور خدا جانتا ہے کہ ہم مصائب کے ان زلزلوں اور حوادث کی ان آندھیوں۔ اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والی قوموں کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمیں فتح اور برکت کے دروازوں سے قریب کیا و مصائب کے طوفانوں سے گھبرا نہیں جاتی بلکہ اپنے صبر، دعا اور قربانی کے معیار کو بلند کرتی ہے۔

احمدیت نے اپنے متبعین کو احکام اسلام پر عمل پیرا کرنے کے لئے جو نظام عمل مرتب کیا ہے وہ اس قدر مضبوط ہے کہ خدا کے فضل سے کوئی بھی حقیقی احمدی اسلامی لائحہ عمل سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اور ہمارے مخالفین تک ہمیں کافر اور مرتد کہنے کے باوجود برملا اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی اکثریت بڑی سختی سے احکام اسلام کی پابند ہے۔ سو احمدیت محض لفظی اسلام کا نام نہیں بلکہ عملی اور حقیقی اسلام کا نام ہے وہ اسلام جو صدر اول میں اپنی غیر معمولی فعالیت کے باعث معلوم دنیا پر چھا گیا تھا۔ اور آئندہ بھی احمدیت کے ذریعہ سے روحانی طور پر ساری دنیا پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سنئے! حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"..... یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

احمدیت کے پاس خدا کے فضل سے ایک مضبوط نظام خلافت ہے۔ اور ساری جماعت اپنے محبوب واجب الاطاعت امام کے ہر ارشاد پر لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اور یہ نظام خلافت ہی کی برکت ہے کہ جماعت ہر قسم کے نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ وہ ایک ہاتھ پر اٹھتی اور ایک ہاتھ پر بیٹھتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو جماعت خلافت علیٰ منہاج نبوت کا نظام رکھتی ہو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اسے ضرور حاصل ہوتی ہے یہی اسلام کے صدر اول کا تجربہ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

احمدیت کا نظام تبلیغ و اشاعت اس قدر وسیع اور اتنا موثر ہے کہ آج ساری دنیا میں بفضلہ تعالیٰ احمدیہ تبلیغی مشنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ہمارے قدم دنیا کے تمام ممالک میں مضبوطی سے جم چکے ہیں اور وہ تخم ریزی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی تھی وہ تمام بیج پھوٹ نکلے ہیں۔ نئی نئی کونپلیں اور نئی نئی شاخیں نکل رہی ہیں اور قوموں کی قومیں احمدیت کے شجر سایہ دار کے تلے آرام کرنے کے لئے بڑھی چلی آ رہی ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ وقت بہت قریب ہے جب احمدیت اور حقیقی اسلام ہی ساری دنیا کا مذہب ہوگا
انشاء اللہ تعالیٰ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک شدید معاند کا اعتراف

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقوے، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ لیکن .. ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے ..۔"
(المنبر ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

مسلمانوں کا ماضی ـ حال ـ اور مستقبل!

خورشید احمد انور

ماضی، حال اور مستقبل — انسانی تاریخ کے تین ایسے دور ہیں جن کے گرد کسی بھی قوم کے عروج و اقبال اور تنزل و انحطاط کی داستان گھومتی ہے۔ ابھرتی پنپتی — ڈوبتی اور روپوش ہو جاتی ہے۔ ہر سہ ادوار کسی قوم کی تاریخ کو بنانے یا صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں جو اہم کردار ادا کرتے ہیں اس کے پیش نظر ان تینوں کا باہم لازم و ملزوم قرار دیا جانا نادرست نہیں ہو سکتا۔ ماضی — یعنی زمانۂ گزشتہ — آپ اس کی کیفیت کا تصور تو کیجیئے فی الحقیقت ہمارا یہ دور رفتہ ہمارے حال و مستقبل کا وہ آئینہ ہے جس کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنے حال و مستقبل کی نوک پلک سنوارتے ہیں۔ ان کے نشیب و فراز کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کے حسن و قبح کا صحیح تجزیہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا حال — جسے ہم اپنا امروز بھی کہتے ہیں ہمارے مستقبل کی تعمیر و تزئین میں جو اہم رول ادا کرتا ہے وہ کچھ اور ہی امتیازی شان کا حامل ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر مستقبل کی عظیم الشان عمارت کی پختگی و خوبصورتی کا دار و مدار ہے۔ ہمارا یہ دور ماضی کی حسین یادوں اور مستقبل کے خوبصورت خوابوں کا وہ بوقلموں امتزاج ہے جسے ہم زندگی اور عمل کے عنوان سے بھی معنون کر سکتے ہیں۔ پھر مستقبل — یعنی وہ فردا جس کے خوابوں کو سجانے کے لئے اور شرمندۂ تعبیر بنانے کی موہوم سی امید پر ہم اپنے ماضی و حال کے تمام رنج و تعب اور سعی و جد و جہد کو وقف کر دیتے ہیں۔ یہی ایک دوران کا وہ منتہائے مقصود ہے جس کی خاطر ہر زندہ و فعال قوم یا فرد اپنے ماضی و حال کے تمام تر سرمایہ کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔

قومی روایات اور ان کی اہمیت

قوموں کی ترقی و سربلندی میں تاریخ و روایات سے آگاہی ایک بہت بڑی محرک ہوا کرتی ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے حالات سے واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور ان کے مطالعہ سے یہ امر ہر وقت ذہن میں مستحضر رہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کیسے اولوالعزم تھے۔ ان کی ذرّیت اور قائمقام ہونے کی حیثیت سے ہم پر کیا فرائض عاید ہوتے ہیں۔ نیز ہم کیونکر ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ تاریخی حقائق سے ناواقفی ہی ذہنوں میں یاس و قنوطیت کا سبب بنتی ہے اور رفتہ رفتہ بحیثیت مجموعی قوم کو اپنا ماضی اتنا بھیانک و تاریک نظر آنے لگتا ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی شاندار مستقبل کی امید ہی نہیں کر سکتی۔ اسلام ایک عظیم الشان تاریخ رکھتا ہے۔ اس کے اسلاف کی روایات پارینہ بن جانے کے باوجود آج بھی اپنے جلو میں نور ایمان کے وہ چراغ لئے ہوئے ہیں جن سے امید و بیم کی ٹمٹماتی شمعیں پھر سے فروزاں ہو سکتی ہیں۔ مگر شرط یہی ہے کہ ان کی اہمیت کو سمجھا جائے اور انہیں ذہنوں میں مستحضر کیا جائے۔

اسلامی تاریخ کے پانچ دور

زندگی سراپا جد و جہد کا نام ہے۔ اور دنیا میدان کارزار۔ جہاں کامیابیوں کے پھول بھی ہیں اور ناکامیوں کے خارزار بھی۔ اس لئے کسی قوم کے بارہ میں یہ کہنا تاریخی حقائق سے کلیتہً آنکھیں موند لینے کے مترادف ہوگا کہ اس نے ہمیشہ ترقی و کامیابی ہی حاصل کی۔ اور شکست و ناکامی سے اسے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ مسلمانوں کی تاریخ اپنے اندر امتیازی شان رکھنے کے باوجود کچھ نشیب و فراز اور پیچ و خم بھی رکھتی ہے۔ جو ہمارے لئے باعث تفاخر بھی ہیں اور موجب عبرت و نصیحت بھی۔ تاریخ کے یہ اتار چڑھاؤ موٹے طور پر اسلامی تاریخ کو پانچ دوروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلا دور خلافت راشدہ کے بعد ۶۶۲ء سے [illegible]ء تک متحدہ حکومت کا دور ہے۔ دوسرا دور ۸۳۳ء سے ۱۲۵۸ء تک انتشار و پراگندگی کا ہے۔ تیسرا دور تیرھویں صدی سے اٹھارویں صدی تک ممتد ہے جس میں سیاسی طور پر مسلمانوں میں از سر نو بیداری کے آثار رونما ہوئے۔ اس بیداری کے بعد انتہائی زوال و انحطاط کا چوتھا دور شروع ہو جاتا ہے، جو اٹھارہویں صدی کے وسط سے ۱۹۱۸ء بعثت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تک پھیلا ہوا ہے۔ اور پانچواں دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے لے کر اب تک یعنی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا زمانہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہی وہ پانچ دور ہیں جن پر مسلمانوں کا ماضی اور حال منعکس ہے۔ لہٰذا ذیل کا جائزہ بھی انہی خطوط پر مشتمل ہوگا۔

مسلمانوں کا شاندار ماضی

زمانۂ نبوی اور خلافت راشدہ کے بعد اسلامی تہذیب و تمدن کی شان و شوکت بنو امیہ اور بالخصوص بنو عباسیہ کے عہد خلافت میں اپنے عروج و کمال پر نظر آتی ہے۔ اس دور میں مملکت اسلامیہ نے جس حیرت انگیز طریق پر وسعت اختیار کی وہ مسلمانوں کے اتحاد و خلوص اور جذبۂ ایثار و قربانی کا روشن ثبوت ہے۔ ریگستان عرب کے شتربان جو ابتک گمنامی میں تھے توحید و اتحاد و ایثار و قربانی کی شمعیں روشن کر کے عرب کے جزیرہ نما سے نکلے۔ مصر ایران۔ عراق۔ روم۔ شام۔ دمشق اور فلسطین جیسی عظیم ہمسایہ سلطنتوں کی تسخیر کے بعد انہوں نے شمالی افریقہ میں اپنا جھنڈا نصب کیا۔ وہاں سے یورپ میں داخل ہوئے اور اس طرح ایک محدود سے عرصہ میں دنیا کی جغرافیائی تقسیم کو بالکل بدل دیا۔ مراکش سے لے کر چین اور کانگو سے لے کر ترکستان تک کا وسیع خطہ اسلامی تہذیب و تمدن کی شان و شوکت کی آماجگاہ بنا۔ مجاہدین اسلام کی جرأت شجاعت اور عزم و ارادہ کی پختگی کے سامنے پہاڑوں کی بلندیاں ہیچ ہو گئیں اور سمندروں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ جانبازان اسلام کا یہ کارنامہ کتنا حیران کن اور امتیازی شان کا حامل تھا؟ اس کا کسی قدر اندازہ امریکہ کے ماہر سیاسیات ڈاکٹر لوتھراپ سٹاڈرڈ کے اس اعتراف سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف "جدید دنیائے اسلام" میں کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"تاریخ انسان کا غالباً سب سے تعجب خیز واقعہ اسلام کا عروج ہے اس کی ابتداء ایسی سرزمین اور قوم سے ہوئی جو اولاً کسی شمار میں نہ تھی اسلام ایک ہی صدی میں نصف کرۂ زمین پر پھیل گیا۔ اس نے بڑی بڑی سلطنتوں اور مدتوں کے مستقل مذہبوں کو تہ و بالا کر کے نفوس اقوام کو نئی ترکیب دی۔ اور ایک مکمل جدید دنیا یعنی دنیائے اسلام کی تعمیر کی" (صفحہ ۳)

بیرونی دنیا پر اسلامی تہذیب کا اثر

مسلمان جس جگہ بھی گئے انہوں نے اپنی تہذیب و ثقافت اور خداداد ذکاوت و ذہانت کے انمٹ نقوش مرتسم کئے۔ ایسے وقت میں جبکہ یورپ جہالت و بربریت کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اور امریکہ کا وجود بھی منظر عام پر نہ آیا تھا، یہ اسلام ہی تھا جس نے قومیت و اجتماعیت کا سنگ بنیاد رکھا اور ذہنی و قومی غلامی پر کاری ضرب لگائی جس نے حیرت زدہ مغربیوں کے روبرو وحدانیت کا تصور پیش کیا۔ اور افریقہ کی پسماندہ اقوام کو پختہ شعور اور بہترین معاشرت سے نوازا جس نے عملی رنگ میں اقتصادیات کا وہ بہترین نظام پیش کیا کہ لینن و سٹالن کی موجودہ تحریک اشتراکیت اس کے سامنے بے وقعت محض ہے۔ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے علم کے اس سرمایہ کی حفاظت کی جسے دنیائے عیسائیت نے کفر و زندقیت کے نام سے رد کر کے دور پھینک دیا تھا جس کے فقدان پر مسیحی پادریوں کی عدالت سے برونو کو زندہ جلائے جانے اور گلیلیو کو دار پر چڑھائے جانے کا حکم ہوا تھا۔ مسلمان علم کی جہاں افروز مشعل لے کر آگے بڑھے اور طب، سیاست، ہیئت، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، کیمیا، زراعت، فن تعمیر، دستکاری اور دیگر بے شمار علوم و فنون کو اپنی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت سے چار چاند لگا دئے۔ جنہوں نے فن شاعری، موسیقی، فلسفہ اور فن تصنیف میں یورپ کی افسانہ نگاری کو ایک نیا رنگ دیا۔ بغداد۔ قاہرہ۔ سرقسطہ، قرطبہ، کارڈووا۔ سوائیل۔ ہسپانیہ اور [illegible] کی درسگاہوں نے علوم و فنون کی ترویج و ترقی میں جو اہم کردار ادا کیا اس کا ایک مجمل سا خاکہ جرمنی کے نامور مؤرخ "وان کریمر" کے ان الفاظ سے ذہن نشین ہو سکتا ہے جو اس نے اسلامی تمدن کی تنقیح [illegible] کرتے ہوئے قلمبند کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"مذہب عیسوی پہلا نظام تھا جس سے اسلام کی صحبت بخیر ہوئی۔ دمشق کسی زمانہ میں خلفائے بنو امیہ کا مسکن تھا اور وہاں مذہبی درسگاہیں اس پایہ کی تھیں جن سے مشرقی چرچ کے بڑے بڑے فاضل پیدا ہوئے"

(رسالہ مخزن۔ جون [illegible]ء)

خود پوپ سلوسٹر ثانی جو اپنے ایام جوانی میں کارڈووا کے دار العلوم میں تعلیم

داسلی کی علمی و ذہنی اثرات کے ساتھ ساتھ مذہبی اور معاشرتی اعتبار سے مسلمانوں نے یورپی دنیا کو جس طرح متاثر کیا اس کے پیش نظر مشہور مفکر ڈریپر نے اسلام کو "جنوب کی اصلاحی تحریک" کا نام دیا ہے یہ تھی اسلامی تہذیب اور ایسے تھے اس کے اثرات! جن کا برملا اعتراف گبن دانمر ڈریپر۔ سٹینلے لین پول۔ لبری۔ کاؤنٹ ہٹس کائی۔ ٹامس کارلائل اور ڈسیو دی کو جیسے مایۂ ناز مفکرین بھی کرنے پر مجبور ہوئے۔

مذہبی اقدار میں گراوٹ

عباسی دور اگرچہ اسلامی تہذیب کی معراج کا زمانہ تھا مگر مال و دولت کی فراوانی، اور سلطنت کی وسعت کے باعث انتشار اور پراگندگی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی عظیم متحدہ سلطنت منقسم ہو کر مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئی۔ یہی نہ خاد دیکھتے دیکھتے جن کے بل بوتے پر مسلمانوں نے ایک امتیازی شان حاصل کی تھی وہ بھی پارہ پارہ ہونے لگے مذہبی اقدار کو بھی ایک دھکا لگا۔ جیسا جوں جوں اسلامی اخوۃ اور جذبۂ ایثار و قربانی کی جگہ دنیاوی جاہ و حشمت کی خواہش اور خود غرضی کے جذبات پیدا ہوتے گئے توں توں مسلمان بھی اپنے اسلامی مرتبہ سے گرتے چلے گئے۔ ابتدائی اسلام مسخ اور محرف ہوتا چلا گیا۔ خالص اسلامی توحید کو پیچیدہ اور بعید از فہم عقاید سے جو تثلیث کے نام سے موسوم ہیں تبدیل کر دیا گیا جس نے آگے چل کر اعتقادی لحاظ سے مسلمانوں کو بہت سی غلط راہوں پر ڈال دیا۔ رفتہ رفتہ نام لیوایان اسلام کی ناگفتہ بہ مذہبی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ ؎

نہ رہی گئی دولت دیں، نقد خدا پاس نہیں
قوم کیا چیز ہے مذہب کا جب احساس نہیں
اب نہ قرآن سے مطلب نہ پیمبر سے غرض
نہ مساجد سے تعلق ہے نہ منبر سے غرض

(ارمغان عید ص۲۰)

سیاسی زوال

مذہبی اقدار میں انحطاط و تنزل کا نتیجہ سیاسی زوال و پستی کی صورت میں نکلنا بھی لازمی تھا۔ چنانچہ ۱۲۵۸ء میں بغداد کی تباہی کے بعد مشرق میں، اور ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کے سقوط کے بعد مغرب میں اسلامی تہذیب و تمدن کا خاتمہ ہو گیا۔ اٹھارہویں صدی میں ترکی کے یورپی علاقے ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکلتے گئے۔ ۱۸۵۷ء میں مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں سلطنت عثمانیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ٹیونس اور الجیریا پہلے سے چھن چکے تھے کہ مراکش اور طرابلس بھی لٹ گئے۔ مصر کی آزادی برائے نام رہ گئی اور افغانستان ایک محروسہ علاقہ بن گیا۔ شام پر فرانس قابض ہو گیا اور فلسطین پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ ادھر بلقانی ریاستیں متحد ہو کر ترکوں پر ٹوٹ پڑیں اور رہی سہی کسر جنگ عظیم نے پوری کر دی۔

ایک نئے دور کا آغاز

مسلمانوں پر تواتر کے ساتھ گرنے والی یہ قہری بجلیاں پیشخیمہ تھیں ایک عظیم الشان اور عالمگیر انقلاب کا جس کے ذریعہ بہت پہلے سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ مقدر ہو چکی تھی۔ اور جو روحانی برتری کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کو سیاسی فوقیت و افضلیت سے بھی ہمکنار کرنے والا تھا چنانچہ اس مہتم بالشان روحانی انقلاب کی ملک شگاف آواز قادیان کی اس گمنام سی بستی سے بلند ہوئی جسے آج تخت گاہ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مسلمانوں کی اس زاری اور قلبی کیفیت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی غیرت ایک مرتبہ پھر جوش میں آئی اور اس نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے رنگ میں مسلمانوں کا نجات دہندہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ ملت حنفیہ کے خلاف سرگرم دجالیت کے ناپاک منصوبوں اور ریشہ دوانیوں کو ناکام و نامراد بنا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کو زہ کھوس، اور بے نظیر علم کلام عطا فرمایا جس نے معاندین حق و صداقت کے بارود خانہ میں چنگاری کا کام کیا اور اس کے نتیجہ میں آناً فاناً مخالفین کے کیمپ میں اضطراب بےچینی، خوف، سراسیمگی اور مایوسی و ناکامی کی لہر دوڑ گئی۔ احیاء دین کے عظیم الشان مقصد کو پورا کرتے ہوئے جہاں آپ نے معاندین اسلام کو مقابلہ کی دعوت دی، وہاں آپ نے یاس و قنوطیت کا شکار ہو رہے مسلمانوں کو یہ الہٰی بشارت دیتے ہوئے تسلی بھی دی کہ :-

"یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۲۵۴)

نیز فرمایا کہ :-

"وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے" (تذکرہ ص۲۸۶)

دنیائے عیسائیت پر مایوسی کی لہر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل عیسائیت اپنے دجالی ہتھکنڈوں کے ساتھ اسلام پر جس طرح حملہ آور ہوئی تھی اور وقتی طور پر اسے جو کامیابیاں نصیب ہوئیں ان کے پیش نظر ایک وقت وہ بھی تھا کہ ڈاکٹر جان ہنری بیروز جیسے عظیم مسیحی مناد اسلامی ممالک پر صلیب کی چمکار کے سنہری خواب دیکھ رہے تھے۔ مگر آج حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے نتیجہ میں تبلیغ کے ہر میدان میں مسیحی منادوں کو جس عبرتناک شکست و ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کے پیش نظر وہ خود یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ :-

"اگرچہ چرچ کو نئے ممبران بھی مل رہے ہیں تاہم دنیا کی آبادی میں ان کا تناسب برابر گر رہا ہے اور چرچ کو یہ حقیقت تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ عیسائیت تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف جا رہی ہے۔" (ٹانگانیکا سٹینڈرڈ ۲۳ دسمبر ۶۱ء)

مذہبی اور سیاسی بیداری

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت جہاں دنیائے عیسائیت کے لئے خطرے کا الارم ثابت ہوئی ہے وہاں مذہبی و سیاسی اعتبار سے مسلمانوں میں بھی پنپنے اور بیدار ہونے کے جدید آثار نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ مذہبی اعتبار سے اگر آج کا تعلیم یافتہ اور حق بین طبقہ تعصب و تنگ نظری، فرسودہ رسم و رواج اور بعید از عقل اعتقادات کا جوا اپنے کندھوں سے اتار رہا ہے تو دوسری طرف رفتہ رفتہ مسلمان اپنا کھویا ہوا اقتدار بھی حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء جو مسلمانوں کے تنزل و ادبار کا نقطۂ عروج تھا، کے ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ انڈونیشیا ملائشیا۔ برما۔ ہندوستان۔ ایران۔ عراق الجزائر اور مراکش نے سیاسی غلامی کا طوق اپنی گردنوں سے اتار پھینکنا شروع کر دیا۔ عرب افغانستان، مصر اور شام وغیرہ نے خود مختاری حاصل کی اور افریقی ممالک نے بھی آزادی کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ اور اس طرح دنیائے اسلام کے ۵۰ کروڑ مسلمان اپنے اندر بیداری اور ایک نئی روح کے آثار نمایاں طور پر محسوس کرنے لگے

جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

آج سے پون صدی قبل روئے زمین پر تبلیغ و اشاعت کی جو داغ بیل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی آج بھی وہ نہ صرف سرسبز و شاداب ہے بلکہ روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ اسلام کا سورج ایک نئی تابانی اور درخشندگی کے ساتھ افق عالم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے سامنے صلیب کی وہ مزعومہ چمکار ماند پڑتی جا رہی ہے جس کے خواب کبھی ڈاکٹر ہنری بیروز جیسے عظیم مسیحی مناد دیکھ رہے تھے۔ مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصد بعثت کے تتبع میں آج جماعت احمدیہ تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے جو بیش قیمت اور قابل صد رشک خدمات سرانجام دے رہی ہے وہ کسی بھی حق بین نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ پچاس سے زائد دارالتبلیغ۔ چار صد سے زائد مساجد۔ پچھتر کے قریب اسلامی سکول و کالج اور پندرہ سے زائد غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اس مٹھی بھر کم مایہ جماعت کی مالی و جانی قربانیوں کا وہ ثمرہ ہے جو ایک قلیل سے عرصہ میں پیش کرنے کی اسے سعادت ملی ہے جبکہ ہر روز مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہونے والا اسلامی لٹریچر اخبارات اور رسائل ایک جداگانہ اور مفید تر اور اہم کام ہے۔

اسلام کے تئیں ذہنوں میں خوشگوار تبدیلی

جماعت احمدیہ نے اسلام کی روح پرور اور وجد آفریں تعلیم کو ایسے احسن پیرایہ میں دنیائے عیسائیت کے روبرو پیش کیا ہے کہ وہ لوگ جو کچھ عرصہ پہلے اسلام اور مسلمانوں کا نام تک سننا گوارا نہیں کر سکتے تھے آج اسلام کے حقیقی پرکشش اور جاذب نظر چہرے کو دیکھ کر اپنے نظریات کو یکسر بدلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دنیائے حاضرہ کے بڑے بڑے سنجیدہ دماغ تعصب و تنگ خیالی کو خیرباد کہہ کر اسلام کے تئیں کس نہج پر سوچ رہے ہیں ملاحظہ فرمایئے :- لائیڈن کا ایک اخبار Fouram Academi all اپنی ۲۹ جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں بڑی جرأت و حوصلہ کے ساتھ لکھتا ہے کہ :-

(باقی ص۲۷ پر)

تحریک درویش فنڈ

اور

لبیک یا امیر المومنین لبیک کا ایمان افروز نظارہ

مرتبہ مکرم چودھری مبارک علی صاحب فاضل ناظر بیت المال (آمد) قادیان

یہ طرۂ امتیاز صرف اور صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے کہ وہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جان و مال قربان کرنے کے لئے اس طرح لپکے آتے ہیں جس طرح سدھائے ہوئے پرندے اپنے مالک کی آواز پر دوڑے چلے آتے ہیں۔ خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد یہ نظارہ اب پھر جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو دیکھنا نصیب ہوا ہے کہ ساری قوم اپنے امام اور اپنے مرکز کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے جس طرح جسم کی ہر شریان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی تنظیم اور قربانی کو دیکھ کر مخالف سے مخالف بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ الْجَمَاعَةِ یعنی اللہ تعالےٰ کی نصرت ہمیشہ ایسی قوم پر ہی نازل ہوتی ہے جس کو جماعت کہا جا سکے۔ اور پھر یہ بھی حق ہے کہ لَيْسَ الْجَمَاعَةُ إِلَّا بِإِمَامٍ۔ کہ کسی قوم کو جماعتی مقام اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ایک امام کے تابع نہ ہو۔ اور یہ شرف صرف اسی جماعت کو ہی حاصل ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے خود قائم کیا ہو۔

جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں کا بنظر غائر جائزہ لیتے ہوئے ایک انسان محو حیرت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مخلصین جماعت میں اپنے امام کی اطاعت کا شوق کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور اس عشق اور شوق میں خود ان کو بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو کس کس رنگ میں قربانی کا موقع دیا ہے۔ اور واقعہ میں ایک سچا عاشق کبھی سوچتا ہی نہیں کہ اس نے اپنے محبوب کی خوشنودی کے لئے کیا کیا قربان کیا ہے

ہندوستان کی جماعتوں میں چندہ دہندگان کی تعداد صرف چار ہزار کے قریب ہے۔ اور ان میں مستطیع اور اہل ثروت کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ مگر یہ چھوٹی سی جماعت ہر سال باقاعدگی سے مختلف رنگ میں دس لاکھ روپیہ سے زاید رقم اشاعت اسلام اور خدمت دین کے لئے اپنے امام کے حضور پیش کرتی ہے۔ اور جب کبھی کبھی ان کے محبوب امام کی طرف سے ان کو پکارا جاتا ہے تو ہر جماعت سے لبیک یا امیر المومنین لبیک کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں اور میرے ایسا انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ اموال کہاں سے آ گئے ہیں!

درویشان قادیان کے مخصوص حالات اور دن بدن بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کے اہل ثروت احباب کے نام پیغام بھجوایا۔ جس وقت یہ پیغام جماعت کے سامنے رکھا گیا اس وقت فضل عمر فاؤنڈیشن کی مقدس اور اہم تحریک میں وعدوں کی ادائیگی کے آخری ایام تھے اور ہر دوست اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ایسا کمزور انسان ایک اہم تحریک کے ختم ہوتے ہی دوسری تحریک جماعت کے سامنے پیش کرنے سے یقیناً گھبراتا ہے۔ مگر جیسے ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کا پیغام احباب جماعت تک پہنچا ہر جماعت سے لبیک یا امیر المومنین لبیک کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ اور صرف دو ماہ میں نہ صرف پچاس ہزار روپے کے وعدے آ گئے بلکہ ۳۴۰۰۰ روپے سے زاید نقد وصولی بھی ہو گئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ کیا یہ احمدیت کی صداقت کا ایک روشن نشان نہیں ہے؟ کیا دنیا میں کوئی قوم یا جماعت ایسا نمونہ پیش کر سکتی ہے؟؟

مجھے چار سال نظارت امور عامہ میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس دوران میں بعض سیاسی جماعتوں کی تنظیم کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہمارے ملک میں کانگرس سب سے بڑی سیاسی تنظیم سمجھی جاتی ہے ہر سال پارٹی الیکشن کے موقع پر ان کے بڑے بڑے لیڈر مارے مارے پھرتے ہیں کہ کم از کم ابتدائی ممبر شپ فیس جو صرف ۲۵ پیسے سالانہ ہے وصول ہو جائے۔ مگر ان کو کامیابی نہیں ہوتی اور پھر اپنے وقار اور سیاسی پوزیشن کو بحال رکھنے کے لئے جس رنگ میں پاپڑ بیلتے ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ اسی طرح دوسری مذہبی جماعتوں کی حالت ہے۔ چنانچہ اس وقت ہندوستان میں قبلۂ اولیٰ مسجد اقصیٰ کے لئے چندہ جمع کرنے کا رواج بہت ہو گیا ہے۔ اس دفعہ خاکسار جب جنوبی ہند کے دورہ پر گیا تو ان دنوں حیدرآباد اور قریب کے شہروں میں مسجد اقصیٰ کے نام پر چندہ جمع کرنے کا بہت زور تھا۔ اور ایک ماہ کی پوری کوشش کے بعد بھی اس علاقہ سے دس ہزار روپیہ بھی وصول نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ علاقہ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

مگر چند ماہ قبل صرف تین احمدی جماعتوں نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے احمدیہ جوبلی ہال حیدرآباد کے لئے سوا لاکھ روپے کی قربانی پیش کی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

یہ غیر معمولی جذبۂ قربانی اس لئے پیدا ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟
ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔" (فتح اسلام ص۱۵)

چنانچہ یہ بہت ضروری تھا کہ اپنے پیارے اور مقدس امام کے پیغام پر جن مخلصین جماعت نے لبیک کہتے ہوئے درویش فنڈ میں حصہ لیا ہے ان کے ناموں سے احباب جماعت کو مطلع کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی جائے۔ اور یہی وہ خوش قسمت دوست ہیں جن کے نام حضور پر نور کی خدمت میں بطور خاص دعا کے لئے پیش ہو رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا پیغام ملتے ہی ہمارے مخلص اور بزرگ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ نے اپنے خاندان کی طرف سے ایک خطیر رقم پیش فرمائی۔ محترم سیٹھ صاحب اور ان کے خاندان کو اپنے درویش بھائیوں سے جس رنگ میں محبت ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ گویا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کماتے ہی صرف درویشوں کے لئے ہیں۔ ہمیں ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ گھر کے احول کی سادگی دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ خاندان ہے جو ہر ماہ خطیر رقم سلسلہ کے لئے قربان کرتا ہے اور ذرہ بھر دل میں انقباض نہیں۔ پھر اطاعت امام، مرکز سے بے پناہ محبت اور اپنے آپ کو ہر سطح پر امام اور جماعت کا خادم سمجھنا، یہ وہ خوبیاں ہیں جو مال و دولت کے ساتھ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں بعض اوقات اموال کا نشہ اخلاص کے بڑے بڑے دعویداروں کو مدہوش کر دیتا ہے اور ایسے لوگ حفظ مراتب کی حدود کو ایسے رنگ میں پھلانگتے چلے جاتے ہیں کہ انجام کی پرواہ ہی نہیں رہتی۔ مگر خدا تعالےٰ کا یہ سادہ مزاج فرشتہ سیرت انسان ہر قربانی کے ساتھ انکسار کے دامن کو نہیں چھوڑتا اور اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ جو اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھلایا تھا کہ اپنے ہاتھ میں ایک پاکیزہ اور چمکیلا نان یہ کہہ کر پیش کر رہا ہے کہ یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے اللہ تعالےٰ کے وعدے ایسے لوگوں کے وجود سے ہی پورے ہوتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر زمانہ اور ہر موڑ پر اللہ تعالےٰ اس جماعت میں ایسے فرشتہ سیرت انسانوں کو پیدا کرتا رہے گا جو حضرت مسیح موعود کی جماعت کے درویش صفت انسانوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔

پس خاکسار کسی خوشامدانہ رنگ میں ایسے دوستوں کا ذکر نہیں کر رہا ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں کا اظہار مقصود ہے جس سے سعید روحوں کو تازگی ملتی ہے اور مُردوں میں زندگی پیدا ہوتی ہے

اسی طرح کلکتہ کے ایک اور مخلص دوست محترم سیٹھ محمد حسین صاحب اور مکرم شہزادہ پرویز صاحب کو اللہ تعالےٰ نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق بخشی ہے۔

جنوبی ہند میں خدا تعالےٰ نے حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب رضی اللہ عنہ یادگیر اور حضرت سیٹھ محمد حسین صاحب مرحوم چنتہ کنٹہ کے خاندانوں کو نمایاں رنگ میں درویش فنڈ میں حصہ لینے کی سعادت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ محترم الحاج سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد اور محترم سیٹھ محمد الیاس صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر نے نہ صرف درویش فنڈ میں نمایاں حصہ لیا ہے بلکہ جنوبی ہند کی جماعتوں میں دورہ کر کے مرکز کے ساتھ مخلصانہ تعاون کا اعلیٰ نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء

اب ذیل میں ان خوش نصیب دوستوں کے نام دئے جا رہے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔

انشاء اللہ آئندہ ہر ماہ جو نئے دوست اس تحریک میں شامل ہونگے ان کے نام حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دعا کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

امامِ وقت کی دعا کی غیر معمولی برکات

اس مرحلہ پر امام وقت کی دعا کی غیر معمولی برکات کے متعلق بھی عرض کرنا ضروری ہے دوستو، بھائیو اور بزرگو! خدا کے محبوب اور مقرب بندوں کی دعا میں غیر معمولی تاثیر ہوتی ہے۔ ان مقدس وجودوں کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی عام انسانوں کی سالوں کی عبادت سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔ ان کی محبت اور پیار کی ایک نگاہ انسان کی زندگی کو بدل دیتی ہے۔ ان کا شفقت کا ہاتھ مردوں میں زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ وجود ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں ان کے ہاتھ ان کی آنکھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ پس یہ سچ اور برحق ہے کہ خدا کے محبوب بندوں کی ہر حرکت خدا کے حکم کے ایسی تابع ہوتی ہے کہ ان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ۔ ان کی زبان خدا کی زبان اور ان کی نظر میں خدا کا نور ہوتا ہے جس خوش قسمت انسان کے لئے ایک لفظ بھی نکل گیا۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخص کی تقدیر کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ دنیا کی تمام قومیں اور خود مسلمانوں کی دوسری جماعتیں اس نعمت سے محروم ہیں اور خوش ہو جاؤ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہمیں اس نعمت سے نوازا ہے کہ ہم سوئے ہوتے ہیں اور وہ ہمارا غمگسار ہمارے لئے جاگ رہا ہوتا ہے۔ ایک ماں باپ بھی اپنی اولاد کے لئے اتنا درد نہیں رکھتے جتنا خدا کا خلیفہ اپنی جماعت کے ہر فرد کے لئے رکھتا ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ ہم اپنے نئے خون اور نئی پود میں اس نکتہ معرفت کو کوٹ کوٹ کر بھر دیں کہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور کسی امر کا خاص دعا کے لئے پیش کرنا کوئی معمولی یا رواجی بات نہیں۔ اگر کوئی ادارہ بھی اس چیز کو ایک رواج کے رنگ میں پیش کرتا ہے تو وہ خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ پس اس نسخہ کو آزما کر دیکھ لو۔ اور اس یقین کے ساتھ خدا کے حضور اپنی قربانیوں کو پیش کرو کہ خدا کے ایک محبوب کی آواز پر لبیک کہنے سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نہ صرف اللہ تعالےٰ اموال میں برکت دیتا ہے بلکہ خود قربانی کرنے والے کو ایک عجیب قسم کی روحانی لذت بھی محسوس ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے مرکز میں مقیم درویشان کے لئے جن محبت اور شفقت بھرے الفاظ میں تحریک فرمائی ہے چاہیے کہ جماعت کا کوئی دوست اس تحریک میں حصہ لینے سے باہر نہ رہے حضور فرماتے ہیں:—

"پس ہم سے ہر ایک کا فرض ہے کہ شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ساتھ ہم ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خیرات کے طور پر نہیں بلکہ قدردانی اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کی ہر طرح امداد کریں۔ تا وہ فارغ البالی اور بے فکری کے ساتھ مرکز سلسلہ اور شعائر اللہ کی حفاظت کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں دن رات مصروف رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں اور زیادہ برکت دے گا۔ انشاء اللہ"

(از پیغام حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۳ ظہور ۱۳۴۸ ہش)

پس عہدیداران اور مخلصین جماعت کوشش کریں کہ کوئی احمدی اس تحریک میں حصہ لینے سے باہر نہ رہ جائے

مندرجہ ذیل فہرست وعدہ اور ادائیگی کی رقم کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے۔

۱۔ خاندان مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی — کلکتہ
۲۔ مکرم سیٹھ محمد حسین صاحب — "
۳۔ " شاہزادہ پرویز صاحب — "
۴۔ " سید کریم بخش صاحب — "
۵۔ " محمد نور عالم صاحب — "
۶۔ " سید ظفر احمد صاحب — "
۷۔ " روشن علی صاحب — "
۸۔ " مقصود احمد صاحب بہاری — "
۹۔ " عبدالحلیم صاحب ٹیلر — "
۱۰۔ مکرم کے پی عبدالحمید صاحب — کلکتہ
۱۱۔ " ٹی مصطفےٰ صاحب — "
۱۲۔ " خدیجہ بیگم صاحبہ و آمنہ نزہت صاحبہ — "
۱۳۔ " مشرق علی صاحب ایم اے — "
۱۴۔ " منظور احمد صاحب — "
۱۵۔ " ملک صلاح الدین صاحب بہاری — "
۱۶۔ " مسعود احمد صاحب وہرہ — "
۱۷۔ " ڈاکٹر عزیز احمد صاحب — "
۱۸۔ " محبوب الحق صاحب — تانگرام
۱۹۔ " تکمل خان صاحب — "
۲۰۔ " غلام نبی صاحب — "
۲۱۔ " شیخ رحمت اللہ صاحب — "
۲۲۔ " شمس الدین صاحب دانی — "
۲۳۔ " مولوی عبدالمطلب صاحب بھرت پور
۲۴۔ " سیٹھ محمد معین الدین صاحب — حیدرآباد
۲۵۔ " " رشید احمد صاحب — "
۲۶۔ " سید حسین صاحب سٹار لون مل — "
۲۷۔ " مرزا احمد اللہ بیگ صاحب — "
۲۸۔ " عبدالحمید صاحب انصاری — "
۲۹۔ " سیٹھ حمید احمد صاحب — "
۳۰۔ " " غلام احمد صاحب — "
۳۱۔ " عبدالعزیز خان صاحب — "
۳۲۔ " مولوی احمد حسین صاحب — "
۳۳۔ " مسعود احمد صاحب مکینک — "
۳۴۔ " سید جہانگیر علی صاحب فلک نما — "
۳۵۔ " سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب — "
۳۶۔ محترمہ اعظم النساء صاحبہ منجانب لجنہ اماء اللہ — "
۳۷۔ مکرم اکبر حسین صاحب مومن منزل — "
۳۸۔ " سید منیر الدین صاحب — "
۳۹۔ " بشیر احمد صاحب صنیر — "
۴۰۔ مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ — "
۴۱۔ مکرم الحاج حافظ صالح محمد الہ دین صاحب — سکندرآباد
۴۲۔ مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ — "
۴۳۔ " قیصر جہاں صاحبہ — "
۴۴۔ " سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب — چنت کنٹہ
۴۵۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سیٹھ محمود احمد صاحب — "
۴۶۔ مکرم شیخ علی احمد صاحب — اڈیکور
۴۷۔ " مخدوم صاحب — "
۴۸۔ " پاسو میاں صاحب — وڈمان
۴۹۔ " غلام محمد صاحب — "
۵۰۔ " محمد محی الدین صاحب — "
۵۱۔ " محمد اسمٰعیل صاحب — "
۵۲۔ " محمد بشیر الدین صاحب — "
۵۳۔ " سید محمود علی صاحب — کرنول
۵۴۔ " محمد عظمت اللہ صاحب — "
۵۵۔ " عابد حسین صاحب — "
۵۶۔ " محمد عبدالعزیز صاحب — "
۵۷۔ " سیٹھ محمد الیاس صاحب امیر جماعت احمدیہ — یادگیر
۵۸۔ مکرم صاحبزادگان سیٹھ محمد عبدالحی صاحب — یادگیر
۵۹۔ " مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غوری — "
۶۰۔ " ممبرات لجنہ اماء اللہ — "
۶۱۔ " محمد رفعت اللہ صاحب غوری — "
۶۲۔ " مولوی محمد امام صاحب غوری — "
۶۳۔ " محمد عثمان صاحب پرنسل — "
۶۴۔ " ممبران مجلس خدام الاحمدیہ — "
۶۵۔ " محمد علی صاحب گڈے — "
۶۶۔ " فضل الرحمٰن صاحب — شورا پور
۶۷۔ " مولوی نور الدین صاحب ناصر وکیل — "
۶۸۔ " مبارک احمد صاحب پلیڈر کوٹ — بیجاپور
۶۹۔ " سید مدار صاحب صدر جماعت احمدیہ — شیموگہ
۷۰۔ " محمد جعفر صادق صاحب ایم میر کلیم اللہ صاحب — "
۷۱۔ " ایس کے عبدالصمد صاحب — "
۷۲۔ " " " عبدالرؤف صاحب — "
۷۳۔ " " " اختر حسین صاحب — "
۷۴۔ " خاندان میر عبدالجلیل صاحب مرحوم
۷۵۔ " محمد فضل اللہ صاحب
۷۶۔ " محمد شفیع اللہ صاحب
۷۷۔ " محمد مبغۃ اللہ صاحب — "
۷۸۔ " عبدالحمید صاحب — ساگر
۷۹۔ " محمد عثمان صاحب — سورب
۸۰۔ " ایم عبداللہ صاحب — مرکرہ
۸۱۔ " اے عبدالسلام صاحب — مدراس
۸۲۔ " محمد رفیق صاحب — "
۸۳۔ " بی احمد صاحب — پینگاڈی
۸۴۔ " ایس وی قمر الدین صاحب — "
۸۵۔ " سی عبدالکریم صاحب — "
۸۶۔ " ایم ابراہیم صاحب کٹی — "
۸۷۔ " ڈاکٹر منصور احمد صاحب — "
۸۸۔ " پی عبدالرحیم صاحب — "
۸۹۔ " ایم عبدالرحیم صاحب — "
۹۰۔ " ایم کے محی الدین صاحب — "
۹۱۔ " سی کنہ احمد صاحب — "
۹۲۔ " ایس وی محمود احمد صاحب — "
۹۳۔ " پی مبارک احمد صاحب — "
۹۴۔ " ایم جمال احمد صاحب — "
۹۵۔ " سی ایچ عبدالحمید صاحب — "
۹۶۔ " " عبدالمجید صاحب — "
۹۷۔ " " عبدالقدیر صاحب — "
۹۸۔ " اے ایس احمد کویا صاحب — "
۹۹۔ " ٹی عبدالرحمٰن صاحب — "
۱۰۰۔ " پی عبدالسلام صاحب — "
۱۰۱۔ " این کنہ احمد صاحب — "
۱۰۲۔ " پی حبیب احمد صاحب — "
۱۰۳۔ " ایم علی کٹی صاحب — "
۱۰۴۔ " کے ایم اسمٰعیل صاحب — سانان کلم
۱۰۵۔ " اے ٹی احمد صاحب — "
۱۰۶۔ " مولوی محمد ابو الوفاء صاحب — کالیکٹ
۱۰۷۔ " پی ایم احمد حسین صاحب — "

۱۰۸- مکرم ایم کے یوسف حسین صاحب منگلور
۱۰۹- " صدیق امیر علی صاحب موگرال
۱۱۰- مکرمہ ایس زی فاطمہ صاحبہ کوڈیاتھوڑ
۱۱۱- مکرم سی پی علی کٹی صاحب "
۱۱۲- " ایم محمد صاحب کنانور
۱۱۳- " وی پی محمد صاحب کوڈالی
۱۱۴- " کے ایس او کنو محی الدین صاحب میلاپالیم
۱۱۵- " ٹی کے کنہامن صاحب کرولائی
۱۱۶- " ٹی کے ابوبکر صاحب "
۱۱۷- " ٹی کے ویران کٹی صاحب "
۱۱۸- " ایم اے عثمان کٹی صاحب ٹیلیچری
۱۱۹- " ٹی کے سلیمان صاحب بمبئی
۱۲۰- " وی کے محی الدین صاحب "
۱۲۱- " وی عبدالرحیم صاحب "
۱۲۲- " خواجہ معین الدین صاحب "
۱۲۳- " وی محمد عثمان صاحب "
۱۲۴- " پی عبدالرزاق صاحب "
۱۲۵- " حمید اللہ صاحب "
۱۲۶- " وی عبد الکریم صاحب "
۱۲۷- " وی عبد القیوم صاحب "
۱۲۸- " سی نذیر احمد صاحب "
۱۲۹- " عبد الواحد صاحب "
۱۳۰- " وی محمد علی صاحب "
۱۳۱- " یوحسن صاحب "
۱۳۲- " عبدالباری صاحب و محمد قاسم صاحب "
۱۳۳- " سی مطیع اللہ صاحب "
۱۳۴- " سید محمد زکریا صاحب بھدرک
۱۳۵- " شیخ علی احمد صاحب پوری
۱۳۶- " شیخ عزیز الدین صاحب "
۱۳۷- " فضل الرحمن خان صاحب "
۱۳۸- " خان بہادر سعادت خان صاحب کیرنگ
۱۳۹- " امۃ الرحیم صاحبہ "
۱۴۰- " جبار الحق صاحب "
۱۴۱- " بشیر خان صاحب "
۱۴۲- " انیس الرحمن خان صاحب "
۱۴۳- " محمد لغضیر الدین صاحب "
۱۴۴- مکرمہ سلیمن بی بی صاحبہ "
۱۴۵- " امۃ الرب صاحبہ "
۱۴۶- " عابدہ بی بی صاحبہ "
۱۴۷- " گلشن بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی
طاہر الدین صاحب مرحوم "
۱۴۸- " امۃ الحی صاحبہ بنت " "
۱۴۹- " یاقوتی بی بی صاحبہ "
۱۵۰- مکرم ممتاز علی خان صاحب "
۱۵۱- " مزمل احمد خان صاحب "
۱۵۲- " آفتاب الدین خان صاحب "
۱۵۳- " مصلح الدین خان صاحب "
۱۵۴- " معین الدین خان صاحب "
۱۵۵- " مقبول حسین خان صاحب "
۱۵۶- " اسد اللہ خان صاحب ولد
سلامت اللہ خان صاحب "

۱۵۷- مکرم احمد نور خان صاحب کیرنگ
۱۵۸- " سید مولوی محمد موسے صاحب "
۱۵۹- " یعقوب خان صاحب "
۱۶۰- " ضیاء الحق صاحب "
۱۶۱- " حسن خان صاحب پہلوان "
۱۶۲- " سید یعقوب الرحمن صاحب سونگڑہ
۱۶۳- " سید احمد رضی اللہ صاحب "
۱۶۴- " عبد الصمد صاحب "
۱۶۵- " سید ابو الصالح صاحب او ایم پی کٹک
۱۶۶- " محتشم خاتون صاحبہ "
۱۶۷- " بقاء الرحمن صاحب رورکیلہ
۱۶۸- " شریف احمد صاحب "
۱۶۹- " مولوی خلیل الرحمن صاحب نیپالی
۱۷۰- " منشی خان صاحب چودوار
۱۷۱- " شیخ عبدالعزیز صاحب "
۱۷۲- " شیخ اکرم صاحب "
۱۷۳- " شیخ آدم صاحب "
۱۷۴- " فضل الرحمن خان صاحب "
۱۷۵- " شمس الحق خان صاحب "
۱۷۶- " سید منظور احمد صاحب بھوبنیشور
۱۷۷- " سید محمد سرور صاحب "
۱۷۸- " سید عبد السلام صاحب "
۱۷۹- " سید بشیر احمد صاحب "
۱۸۰- " مرزا شبیر علی بیگ صاحب مانکا گوڑا
۱۸۱- " منور علی خان صاحب "
۱۸۲- " شیخ محمد صدیق صاحب کرڑاپلی
۱۸۳- " بابو عبدالرحمن صاحب سمبلپور
۱۸۴- مکرمہ حمیدہ بی بی صاحبہ "
۱۸۵- مکرم سید غلام ابراہیم صاحب کیندرہ پاڑا
۱۸۶- " عبد الکریم صاحب کوٹ پلہ
۱۸۷- " زیب النساء صاحبہ سلامت باغ کٹک
۱۸۸- مکرمہ امۃ الرحمن صاحبہ تاسی پور
۱۸۹- مکرم سید وثیق الدین صاحب بلانگیر
۱۹۰- " خادم الدین صاحب ربرسورا
۱۹۱- " ظہور حسین صاحب پردہ ضلع رائے پور
۱۹۲- " جماعت احمدیہ لسنبہ "
۱۹۳- مکرمہ عذرا شمیم صاحبہ آرہ
۱۹۴- مکرم سید مبشر احمد و انوار احمد صاحب پٹنہ
۱۹۵- " سید امتیاز احمد صاحب "
۱۹۶- " سید اختر احمد صاحب پٹنہ
۱۹۷- " ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب مظفر پور
۱۹۸- " سید داؤد احمد صاحب "
۱۹۹- " سید غلام مصطفےٰ صاحب "
۲۰۰- " سید وزارت حسین صاحب اوریں
۲۰۱- " ڈاکٹر محمد یونس صاحب بھاگلپور
۲۰۲- " مسعود عالم صاحب بی ڈی او "
۲۰۳- مکرمہ حبیبہ خانم صاحبہ "
۲۰۴- " اہلیہ سید خورشید عالم صاحب "
۲۰۵- " اصغری خاتون صاحبہ برہ پورہ
۲۰۶- مکرم خان بہادر سید محی الدین احمد صاحب رانچی
۲۰۷- " محمد احمد صاحب جمشید پور

۲۰۸- مکرمہ عزیز فاطمہ صاحبہ جمشید پور
۲۰۹- مکرم ادریس خان صاحب ویلی بنی مانجیز
۲۱۰- " عطاء الرحمن خان صاحب "
۲۱۱- " شیخ محمد الدین صاحب مہوکھنڈار
۲۱۲- " شاہ شکیل احمد صاحب گیا
۲۱۳- " مرزا اطہر بیگ صاحب گلشن گنج
کوٹہ راجستھان
۲۱۴- " ڈاکٹر محمد رفیع اللہ صاحب فیض آباد
۲۱۵- " ماسٹر محمد یونس صاحب میرٹھ
۲۱۶- " عزیز احمد خان صاحب صالح نگر
۲۱۷- " عبد السلام صاحب بنارس
۲۱۸- " عبدالحمید صاحب بنارس
۲۱۹- " ڈاکٹر قریشی محمد عابد صاحب شاہجہانپور
۲۲۰- " سیٹھ بشیر الدین صاحب لکھنؤ
۲۲۱- " ماسٹر غلام محمد صاحب مالو
۲۲۲- " عبدالعزیز صاحب گنائی "
۲۲۳- " ظہور احمد خان صاحب "
۲۲۴- " عبدالرحیم خان صاحب "
۲۲۵- " ماسٹر محمود احمد خان صاحب "
۲۲۶- " غلام رسول صاحب "
۲۲۷- " جلال الدین صاحب "
۲۲۸- " غلام محمد صاحب لون کاٹھ پورہ
۲۲۹- مکرمہ زرینہ بیگم صاحبہ اہلیہ " "
۲۳۰- مکرم عبدالرحمن صاحب فیاض "
۲۳۱- " محمد اقبال صاحب "
۲۳۲- " دیگر بچگان غلام محمد صاحب لون "
۲۳۳- " میر غلام رسول صاحب یاڑی پورہ
۲۳۴- " راجہ فضل الرحمن صاحب "
۲۳۵- " خواجہ عبد السلام صاحب "
۲۳۶- " راجہ عبداللہ خان صاحب براز اد
۲۳۷- " عبدالعزیز صاحب یاڑی پورہ
۲۳۸- " عبدالحمید صاحب ٹاک "
۲۳۹- " بابو محمد یوسف صاحب جموں
۲۴۰- " عبدالرحمن خان صاحب بھدرواہ
۲۴۱- " چودھری غلام رسول صاحب "
۲۴۲- " عبدالرشید صاحب ٹیلر "
۲۴۳- " عبدالرحمن صاحب آسنور آسنور
۲۴۴- " بشیر احمد صاحب پربھنی
۲۴۵- محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبد السلام
صاحب " لندن
۲۴۶- مکرم شاہ شہاب احمد صاحب کینیڈا
۲۴۷- " محمد یامین خان صاحب نریم لندن
۲۴۸- " محترمہ بشیرہ طاہرہ صاحبہ بذریعہ
محترمہ سعیدہ اختر صاحبہ "
۲۴۹- محترمہ تسنیم صاحبہ "
۲۵۰- " اہلیہ داؤد احمد صاحب "
۲۵۱- مکرم یو آر گنگر صاحب انگلینڈ
۲۵۲- " ڈاکٹر نذیر احمد صاحب لندن
۲۵۳- " عبدالقدوس صاحب نجی آئی لینڈ
۲۵۴- " نظام الدین صاحب مغربی افریقہ
۲۵۵- " جماعت احمدیہ کویت

۲۵۶- محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری
مبارک علی صاحب ناظر بیت المال آمد قادیان
۲۵۷- مکرم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب
انچارج دفتر بیت المال قادیان
۲۵۸- مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب لندن
۲۵۹- لجنہ اماءاللہ لنڈن لنڈن
۲۶۰- مکرم مرزا برکت علی صاحب بذریعہ
مرزا منور احمد صاحب قادیان
۲۶۱- مکرمہ استانی امۃ المنان صاحبہ
بذریعہ مرزا منور احمد صاحب قادیان
۲۶۲- مکرمہ بشیر خاتون صاحبہ اہلیہ
مرزا منور احمد صاحب "

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تحریک میں اب تک مخیر اور اہل ثروت احباب نے ہی حصہ لیا ہے مگر جماعت کی مجموعی قربانی کا جائزہ لیا جائے تو اس میں زیادہ حصہ غرباء کا ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دیکھو جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا ہے انہوں نے دین کی اشاعت کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں کیں جیسے ایک مالدار نے دین کی راہ میں اپنا سارا مال حاضر کیا ایسے ہی ایک فقیر دریوزہ گر نے اپنی سر بغل ٹکڑوں سے بھری ہوئی زنبیل پیش کر دی اور ایسا ہی کئے گئے جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وقت آگیا۔" (فتح اسلام صفحہ ۵۵)

پس آپ یا ایسی نہ ہوں

اگر حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ اپنے مخیر بھائیوں کی طرح سینکڑوں اور ہزاروں روپیہ درویش فنڈ میں نہیں دے سکتے تو صرف ۱۲/ روپیہ سالانہ ادا کر کے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مجاہدین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کوشش کریں کہ آپ کے عزیزوں رشتہ داروں، بھائیوں اور دوستوں میں کوئی کمانے والا ایسا احمدی نہ رہ جائے جس نے اس تحریک میں حصہ نہ لیا ہو۔

پس اے مخلصین جماعت! مالی قربانیوں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے سے کبھی نہیں ٹھٹکیں اور خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر مالی قربانی کرنے سے کسی قسم کا خسارہ نہیں رہتا بلکہ سچ یہ ہے کہ:- (ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کریگا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ اسے ضرور پائے گا۔" (فتح اسلام)

قرآن کریم کے دلائل ——— اپنی صداقت میں

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر تالیف و تصنیف قادیان

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ قرآن کریم سے قبل بھی کئی الہامی کتب نازل کی تھیں مگر قرآن کریم ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ مہر صداقت کو پیش کرتا اور اس کے دلائل بھی مہیا کرتا ہے۔ یہ بات کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ اس عظیم الشان فضیلت، خصوصیت اور امتیاز کے باعث کوئی دوسری کتاب قرآن کریم کے مقابلہ میں پیش نہیں ہو سکتی

قرآن کریم نے اپنی صداقت کے لئے کئی دلائل پیش کئے ہیں اس مضمون میں دو قسم کے دلائل کا ذکر ہے اندرونی اور بیرونی۔ اور یہ دونوں قسمیں اپنی اپنی جگہ کئی دلائل پر مشتمل ہیں مثلاً

۱۔ اس نے تعلیمی معجزات پیش کئے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم پیش کرکے ظاہری و باطنی خوبیوں کے سبب اسے بے نظیر قرار دیا ہے۔ بلکہ اسلام کے مخالفین کو مقابلہ کا چیلنج دیا ہے اور ساتھ پیشگوئی بھی کردی ہے کہ قیامت تک کوئی فرد بشر یا جماعت اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ فرمایا:۔ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام اہل زبان نے سالوں کی شدید مخالفت کے بعد اس کے سامنے ہتھیار ڈال دئے اور اپنی گردن اس کے جوئے کے سامنے جھکا دی۔

۲۔ اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے اس نے نقلی دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ اور سابقہ کتب کی اپنے متعلق پیشگوئیاں دہرائی ہیں اور بتایا ہے کہ اس کے آنے سے خود تمہاری کتب کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ آتا تو ان پر جھوٹ کا الزام عاید ہوتا

مثلاً اس نے بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے متعلق بائیبل میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ مثیل موسیٰ آئے گا۔ اور وہ ایک نئی اور روشن شریعت لائے گا، اور اس کے ذریعہ سے دنیا کو نجات حاصل ہوگی وہ ساری دنیا کا نجات دہندہ ہوگا۔ اور اس کے نور سے دنیا منور ہوگی۔ سو وہ مثیل موسیٰ نبی آچکا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنی کتب کی پیش خبری سے فائدہ اٹھا کر اس پر ایمان لاؤ۔

۳۔ علاوہ ازیں اس نے خود اپنی طرف سے بھی ایسی اہم اور عظیم الشان غیبی خبریں دی ہیں جو بجز الہام معلوم نہیں ہو سکتیں ان پر سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا۔ مثلاً فرعون کی لاش کے متعلق بتایا کہ خدا نے اسے دنیا کی عبرت کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ چنانچہ بعد میں فرعون کی محفوظ لاش مل گئی اور وہ دنیا کے لئے عبرت کا سامان بنی۔

اسی طرح سینکڑوں پیشگوئیاں قرآن کریم کی پوری ہو رہی ہیں۔ اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ اور قرآن کریم کی صداقت ثابت ہوتی رہیگی۔ ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا بتاتا ہے کہ آپ کا تعلق خدا سے تھا۔ اور قرآن کریم خدا کا کلام ہے

۴۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ ہر زمانہ میں اس کتاب آسمانی کے سچے متبعین کو بھی اللہ تعالیٰ اس کی صداقت کے ثبوت کے لئے پیشگوئیاں اور امور غیبیہ سے اطلاع دیتا ہے۔ اور جب یہ امور پورے ہو کر قرآن پاک کے زندہ کتاب ہونے کا ثبوت بنتے ہیں اور ایسے متبعین کے اندر بھی زندگی کی روح پیدا ہوتی ہے۔

آج بھی اس کا یہ دعوےٰ موجود ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے موعود اقوام عالم کو مبعوث فرما کر بارش کی طرح اپنے نشانات نازل فرمائے۔ آپ نے تمام اہل مذاہب کو نشان نمائی کے لئے دعوت دی مگر کوئی سامنے نہ آیا مثلاً آپ نے بتایا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرا سلسلہ موانع اور رکاوٹوں کے باوجود ترقی کرکے ساری دنیا پر محیط ہو جائے گا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ہزاروں مخالفتوں کے باوجود آپ کا سلسلہ ترقی کر رہا ہے اور روحانی طور پر ساری دنیا پر محیط ہونے کا وقت بھی آ رہا ہے

۵۔ قرآن کریم جابجا انسان کی فطرت کو بھی اپیل کرتا ہے اور اسے متوجہ کرتا ہے کہ وہ اپنے وجدان سے فتوےٰ مانگے کہ آیا قرآن کریم اس کی فطرت کے مطابق ہے یا نہیں اس نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور قابل قبول ہے۔ فرماتا ہے فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۔ انسان اگر دیانتداری کے ساتھ اپنی فطرت سے کام لے تو یقیناً اسلام کی صداقت اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ

قرآن پاک کی عظمت و صداقت کا قائل ہو جاتا ہے

۶۔ قرآن کریم نے نہ صرف منطقی امور کا ذکر کیا بلکہ قانون قدرت کو بھی اپنی صداقت کا گواہ ٹھہرایا۔ قرآن پاک خدا کا کلام ہے اور نظام کائنات اس کا فعل۔ اپنے قول و فعل کی مطابقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مظاہر عالم اور سائنسی انکشافات کو اپنی صداقت کا گواہ ٹھہرایا اور بتایا کہ تم میرے کلام کو قوانین قدرت کے مطابق پاؤ گے۔

۷۔ سابقہ تاریخ و تجربہ کو بھی قرآن پاک کی صداقت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سو اس نے جابجا سابقہ قوموں کے واقعات اور تاریخ کو بطور شاہد ناطق پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ پہلی اقوام میں بھی خدا کی طرف سے مصلحین آتے رہے۔ انہیں کیا حالات پیش آئے مخالفین نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور دونوں فریقوں کا کیا انجام ہوا۔ اگر تم حالات کا مقابلہ کرکے دیکھو تو موجودہ اور سابقہ زمانہ کے حالات میں تطابق پاؤ گے مخالفین حق کا وہی انجام ہوگا جو پہلے ہوتا رہا اور الٰہی سلسلہ کو اسی طرح کامیابی حاصل ہوگی جیسے پہلے ہوتی رہی ہے۔ حق کے مخالف ہمیشہ خائب و خاسر رہے اور حق کے پرستار ہمیشہ بام کامرانی تک پہنچے

۸۔ قرآن کریم میں صداقت کے ایسے معیار پیش کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ سے تمام انبیاء کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن پاک کی اپنی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب اس کے بیان کردہ تمام معیار صداقت درست ثابت ہوئے تو لازماً اس کا بیان کرنے والا بھی صادق ٹھہرا۔

۹۔ نویں قسم کے دلائل عقلی دلائل ہیں۔ انہیں پیش کرکے قرآن کریم نے مخالفین کی عقل فکر اور تدبر سے اپیل کی ہے۔ اور انہیں مختلف پیرایوں میں اکسا کر ان سے عقلی دلائل و براہین کا مطالبہ کیا ہے۔ اور جابجا فرمایا ہے أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۔ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۔ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۔ اور اپنے اصولوں کو دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ سے پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے

۱۰۔ قرآن کریم نے جابجا تمدنی دلائل بھی بیان کئے ہیں اور انسانی زندگی کے سارے گوشوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ تم فلاں فلاں باتوں کو زندگی کا معیار بناتے ہو اگر تم ان باتوں کو چھوڑ دو تو تمہاری زندگی تہس نہس ہو جائے۔ پھر اپنی معاشرت اور تمدن کے بنیادی اصولوں کے ذریعہ سے قرآن کریم کی صداقت کو کیوں نہیں پرکھتے۔ مثلاً اس نے یہ امر پیش کیا ہے کہ ان میں سے بعض نے يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ پر عمل کرکے اسے مان لیا ہے لہٰذا انہیں چاہیئے کہ اس دلیل سے فائدہ اٹھائیں۔ زید اگر اپنی پاکیزہ بیوی کی شہادت پر حصر کرکے نوزائیدہ بچے کو اپنا تسلیم کر لیتا ہے تو ایک مدعیٔ الہام و نبوت کی اس کے دعوےٰ نبوت سے قبل کی زندگی کو معیار صداقت کیوں نہیں بنایا جا سکتا۔

۱۱۔ قرآن کریم نے اپنی صداقت کے طور پر آنحضرت صلعم کی پاکیزہ زندگی اور اخلاقی معجزات کو بھی دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ اعلیٰ اخلاق و صفات صرف خدا کے نبی کے اندر ہی جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ غیر معمولی ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔ اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اس سے عمدہ دستور حیات دنیا میں مل ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اے مخالفین! تم اس کی امانت و دیانت کی خود شہادت دیتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ محمدؐ خدا کا عاشق ہو گیا اور وہ امین ہے۔ پھر تمہیں قرآن پاک کی صداقت میں کیا عذر ہے۔؟

۱۲۔ قرآن پاک اپنی صداقت کے لئے اپنا ہی ایک قول پیش کرتا ہے یعنی أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو ابتدا ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اے مخالفین حق! کیا میرا خدا میری تائید و نصرت کے لئے اور تمہاری مخالفت کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں ہے۔! پھر تم نے ہر قسم کی عداوت اور مخالفت کرکے اس قول کی صداقت کو دیکھ لیا! پھر تم کیوں اس آفتاب نصف النہار کا انکار کرتے ہو!

۱۳۔ قرآن پاک اپنے حقائق، علوم و معارف کو بھی اپنی صداقت کے لئے دلیل بناتا ہے۔ جن کے سامنے تمام مذاہب ماند پڑ گئے مثلاً فرمایا کہ خدا نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے آج سائنسی تحقیقات اسے تسلیم کر چکی ہے۔ اسی طرح فرمایا تھا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ آج سائنس اس کا بھی اعتراف کرتی ہے۔

قرآن کریم نے اپنے انقلابی کارنامے بھی اپنی صداقت میں پیش کئے ہیں۔ مثلاً اس کی تعلیمات و تاثیرات نے عالم عرب کی کایا پلٹ دی اور ایک قلیل عرصہ میں وہ قرآن بکف ہو کر ساری دنیا پر چھا گئے اور شتربانی سے جہانبانی تک پہنچے۔ اور اپنے وحشی پن سے ترقی کرکے انسان بنے۔ پھر با اخلاق انسان بنے اور پھر باخدا بلکہ خدا نما انسان بن گئے ٭

جماعت احمدیہ کے بنیادی عقائد اور خصوصیات

از مکرم مولوی منظور احمد صاحب (جیمہ) کارکن نظارت دعوت و تبلیغ قادیان

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ)

برادرانِ اسلام! جماعتِ احمدیہ عقاید کے اعتبار سے کوئی نئی چیز دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتی۔ یہ غلط فہمی اور شبہ صرف دور دور رہنے اور ہمارے سلسلہ کے لٹریچر سے محض لاعلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ جو شخص صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ہم سے رابطہ پیدا کرے گا اور ہمارے لٹریچر کا دل کی عزیمت سے مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ ہمارا خدا وہی خدا ہے جس کو محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلّم نے پیش فرمایا۔ ہمارا رسول وہی پیارا نبی ہے جس کو خدائے دوجہان نے خاتم النبیین کے عظیم الشان لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ اور ہماری شریعت وہی پیارا کلام خداوندی ہے جس کو سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلّم نے خاتم الشرائع کے طور پر پیش فرمایا ہے پس حقیقی اسلام کا ہی دوسرا نام احمدیت ہے یا احمدیت نام ہے خالص چمکتے ہوئے اسلام کا

(۱)

ہمارا یہ اعتقاد اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور کوئی شخص اس کی ذات، صفات، اسماء اور عبادت میں نہ شریک ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ سچّی بات یہی ہے کہ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد ہمارا ورد اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہمارا وظیفہ ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنے اس پیارے خدا کے بارہ میں فرماتے ہیں :-

"کیا ہی بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلےٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔"

(کشتیٔ نوح)

(۲)

ہم اس بات پر پختہ ایمان اور یقین رکھتے ہیں کہ ملائکہ کا وجود برحق ہے۔ جمہور مسلمان ملائکہ کے بارہ میں عجیب عجیب نظریات قائم کئے ہوئے ہیں۔ ان کی شکل وصورت کے عجیب تصورات اپنے ذہنوں میں رکھتے ہیں حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کے پاک و مطہر ملائکہ کے بارہ میں نہایت ہی گھناونے الزامات لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مفسرین نے ہاروت و ماروت ملائکہ کے قصہ کو عجیب افسانوی رنگ دے کر بیرِ بابل میں لٹکائے جانے اور زہرہ کو عروجِ روحانی ملنے کو ترویج دیا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ ان کے روحانی تقدس اور روحانی قوتوں کی قائل ہے اور ان کو مختلف خدائی صفات کے اظہار کی قوتیں اور طاقتیں تصور کرتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے اپنی کتاب توضیح مرام میں ملائکہ کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی شریعت کی رو سے خواص ملائکہ کا درجہ خواص بشر سے کچھ زیادہ نہیں بلکہ خواص انسان خواص ملائک سے افضل ہیں اور نظام جسمانی یا نظام روحانی میں ان کا وسائط قرار پانا ان کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ قرآن شریف کی ہدایت کی رو سے وہ خدام کی طرح اس کام میں لگائے گئے ہیں"

(توضیح مرام صـ ۴۷)

(۳)

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ قدیم سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہر ملک اور ہر قوم میں نبی مبعوث فرماتا رہا ہے ہم سب نبیوں کی صداقت کے قائل ہیں جن نبیوں یا کتب کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے ان پر انفرادی طور پر اور جن کا ذکر نہیں آیا ان پر بحیثیتِ مجموعی ایمان رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو روح پرور تعلیم دی ہے وہ آپ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے :-

"اس عظیم الشان نبی نے ہم کو سکھایا ہے کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں مانتی چلی آئی ہیں اور خدا نے عظمت اور قبولیت ان کی دنیا کے بعض حصوں میں پھیلا دی ہے وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ اور ان کی الہامی کتابوں میں گو دور دراز زمانہ کی وجہ سے کچھ تبدیلی ہو گئی ہو یا ان کے معنے خلافِ حقیقت سمجھے گئے ہوں مگر دراصل وہ کتابیں من جانب اللہ اور عزّت اور عظمت کے لائق ہیں"

(چشمۂ معرفت مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

(۴)

ہماری کتاب قرآن کریم ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں ہمارے مقدس و محبوب ترین نبی ہیں ہمارا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے اور ہمارا قبلہ وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک نے فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے بارہ میں ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے"

(نور الحق جلد اول نمبر ۳ صـ ۸)

پھر آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم سے غایت درجہ عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔" (کشتیٔ نوح)

(۵)

ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان ایک فرق اور امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی بعض صفات کو معطل اور بیکار سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خدا تعالےٰ پہلے زمانوں میں تو اپنے محبوب بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا لیکن اب اس نے اپنی صفت کلیم کا اظہار اپنے بندوں پر بند کر دیا ہے جبکہ ہمارا عقیدہ خدا تعالےٰ کی کتاب کی رو سے یہی ہے کہ الہام الٰہی کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا۔ خدا تعالےٰ کی کوئی صفت معطل نہیں ہوتی۔ جیسے وہ پہلے بولتا تھا اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اور الہام الٰہی کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"الہام کیا چیز ہے۔ وہ پاک اور قادر خدا کا اپنے برگزیدہ بندے کے ساتھ جس کو وہ برگزیدہ کرنا چاہتا ہے ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے ..... خدا کے الہام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے مل کر باہم کلام کرتا ہے اسی طرح رب اور اس کے بندے میں مکالمہ واقع ہو۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

(۶)

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم کا بیان فرمودہ مسئلہ قضاء و قدر برحق ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور دعاؤں سے عظیم الشان امور حل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے ؎

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرارِ قدرت ہائے حق
قصّہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

(۷)

ہم بعثت بعد الموت کے قائل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ جنت و دوزخ اپنی تمام کیفیات کے ساتھ جو قرآن کریم اور احادیث شریف میں مذکور ہیں برحق ہیں اور یہ کہ حشر کے روز سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلّے اللہ علیہ وسلم شفیع ہوں گے جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"..... اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بلحاظ بیانِ مذکورہ بالا حق ہے۔ ....."

(ایام الصلح صـ ۸۶-۸۷)

اسی طرح حضور ایک اور موقع پر فرماتے ہیں :-

"نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم رتبہ کوئی اور رسول ہے ..." (کشتی نوح)

(۸)

ہمارے دوسرے مسلمان بھائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری تا حال آسمان پر موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح و تربیت کے لئے آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ دیگر انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اجماع امت اور اقوال ائمہ سلف سے ثابت ہے۔ اگر کسی کو دائمی جسمانی زندگی کا حق تھا تو ہمارے سید و مولیٰ سرور کونین کو تھا کیونکہ آپ سرتاج انبیاء ہیں۔ لیکن آپ تو سنت اللہ کے مطابق وفات پا گئے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں۔ غیرت کا مقام ہے۔ سہ

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

ہمارا یقین ہے کہ جس شخص کی آمد کی انبیائے سابقہ نے مختلف ناموں سے خبر دی تھی اور قرآن کریم نے سورۂ جمعہ میں جس کی آمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ فرمایا ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ اور آپ کے سوا کوئی شخص مسیح موعود نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعوے کے بارہ میں فرماتے ہیں :

"میں نے پہلے بھی اس اقرار مفصل ذیل کو اپنی کتابوں میں قسم کے ساتھ لوگوں پر ظاہر کیا ہے اور اب بھی اس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں وکفیٰ باللہ شہیدا۔ الراقم مرزا غلام احمد عفا اللہ عنہ وایّدہ۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء"

(۹)

اکثر لوگ ہم پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ ہمارا قرآن علیحدہ ہے اور یہ کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود ہمارے مسلمان بھائی قرآن کی آیات کو منسوخ مانتے ہیں اور قرآن کریم میں نسخ کے قائل ہیں۔ ہمارا تو یہ یقین اور ایمان ہے کہ یہ خدا کا آخری کلام ہے۔ ہر نقص سے پاک ہے۔ اس میں کوئی نسخ نہیں اور یہ کتاب خاتم الشرائع ہے۔ اور اب اس کے بعد کوئی نئی کتاب نہیں ہے۔ قرآن پاک کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں :-

"قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب و خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت پیدا ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

(۱۰)

پھر ایک الزام ہم پر یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ بھائیو! یہ سراسر بہتان ہے بلکہ اس بات پر ہمارا پختہ یقین اور ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں اور نہ ایسا نبی ہو گا جو آپ کی امت سے باہر ہو۔ حضور فرماتے ہیں :-

"... سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی۔ جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام)

نیز فرماتے ہیں :-

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔"

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

ان اعتقادات اور ایمانیات کے باوجود بھی ہمیں کافر کہنا اور ہم سے دور دور رہنا انتہائی ظلم ہے۔ بہرکیف

ہم اپنا فرض دوستو! اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھے تو سمجھائے گا خدا

یہی وہ پختہ سچے اور صاف ستھرے عقاید ہیں جن کی وجہ سے ہم دیگر مسلمانوں کے مقابلہ میں نمایاں اور ممتاز نظر آ رہے ہیں۔ اور آج ہماری جماعت انہی خالص روشن اور چمکتے ہوئے پاک اعتقادات کی بناء پر دنیائے ادیان میں اپنے دلائل اور براہین کے لحاظ سے فاتح عظیم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ جماعت احمدیہ کی چند امتیازی خصوصیات ملاحظہ فرمائیے :-

سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت اس جماعت کی یہ ہے کہ یہ زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب کو نہ صرف دعوے کے طور پر پیش کرتی ہے بلکہ عملی دلائل اور فعلی شہادات کے ساتھ اپنے دعوے پر مہر تصدیق بھی ثبت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان عظیم ہے کہ اس جماعت کے ہزاروں افراد ایسے ہیں جن سے خدا باتیں کرتا ہے ان کی دعائیں سنتا قبول کرتا اور جواب دیتا ہے۔ اسی روحانی قوت کے اظہار کیلئے جماعت کے بیسیوں افراد نے اغیار کو دعوت دی لیکن جماعت کی روحانی تاثیرات سے متاثر ہو کر کوئی بھی فرد مقابلہ پر نہ آیا۔

دوسری خصوصیت یا امتیاز جو جماعت کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت جماعت احمدیہ کے زیر انتظام تمام روئے زمین پر تبلیغ اسلام کا ایک وسیع اور آہنی نظام سرگرم عمل ہے جس سے باطل کے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں اور آج ہم فخر اور ناز سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جماعت پر خدا کے فضل سے سورج غروب نہیں ہوتا۔ الحمد للہ

تیسری خصوصیت یا امتیاز جو اس جماعت کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا ایک فعال مرکز ہے جہاں سے اس وقت ساری دنیا میں اعلائے کلمۂ حق بجا لایا جا رہا ہے۔

چوتھا امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ اس جماعت کا ایک واجب الاطاعت امام ہے جس کی وجہ سے یہ جماعت خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں، انعاموں اور رحمتوں کی وارث بن رہی ہے۔ کیونکہ یدُ اللّٰہِ فوقَ الجماعۃ۔ اور جماعت تبلیغی، تربیتی اور مالی جہاد میں مصروف ہے۔ کیونکہ الامامُ جُنّۃٌ یُقاتَلُ مِن وَّرائہ

پانچواں امتیاز یا خصوصیت یہ ہے کہ اس جماعت کا ایک زبردست نظام بیت المال ہے جس سے جماعت احمدیہ کما حقہٗ فائدہ اٹھا رہی ہے۔ جماعت بے خوف و خطر اپنے مالوں کو دین متین کی راہ میں قربان کر رہی ہے۔ اور ان کی مالی قربانیاں دنیا میں ایک روحانی انقلاب برپا کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو توفیق بخشے کہ وہ ہمارے صحیح عقاید کو سمجھ سکیں اور ہمارے ساتھ تبلیغی جہاد میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔ آمین۔

درویشانِ قادیان کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت

خدا کا فضل ہو تم پر ہمارے مہرباں تم ہو
ہمیں محبوب ہو پیارو ہماری جانِ جاں تم ہو

تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی
مسیحائے محمد کے مکاں کے پاسباں تم ہو

ہوا کیا گر نہیں تم کو میسر دولتِ دنیا
مکاں والوں سے بہتر ہو بظاہر لامکاں تم ہو

تمہارے کام نے انسانیت کی لاج رکھ لی ہے
خلوص و طاعت و صدق و وفا کا اک نشاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں یہ حالتِ درویشیٔ احمدؑ
غلامانِ مسیحِ پاک ہو فخرِ شہاں تم ہو

محبت ہے ہمیں اس قادیاں کی ہر عمارت سے
محبت ہے ہمیں تم سے کہ اہلِ قادیاں تم ہو

دعائے شمسؔ ہے ہر دم رہو تم فی امان اللہ
رہو دارالاماں میں اور اس کے پاسباں تم ہو

محمد جلال شمسؔ واقفِ زندگی۔ ربوہ

غیر مبایعین کے ایک ستون

مولانا محمد یعقوب خان صاحب سابق ایڈیٹر لائٹ لاہور کی طرف سے خلافت کی بیعت کا اعلان

اور

غیر مبایعین کو خوش اسلوبی کے ساتھ اختلاف کا ازالہ کرنے کی دعوت

"جماعت لاہور وہی کردار ادا کر رہی ہے جو احمدیت کے مخالفین مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ ادا کرتے تھے"

(مولانا محمد یعقوب صاحب)

ربوہ ۹ فتح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کل ۸ فتح کو مسجد مبارک میں نماز فجر پڑھانے کے بعد کچھ وقت مسجد میں تشریف فرما رہے۔ اور احباب جماعت سے گفتگو فرماتے رہے۔ حضور نے احباب کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ محترم مولوی محمد یعقوب خان صاحب نے جو اخبار لائٹ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں، اور غیر مبایعین کے ایک ستون سمجھے جاتے تھے خلافت کی بیعت کر لی ہے۔ اور یہ کہ اس ضمن میں انہوں نے ایک خط الفضل کو بھی لکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ انہوں نے پوری طرح سمجھ کر، پوری تسلی کر کے علیٰ وجہ البصیرت بیعت کی ہے۔
محترم خان صاحب کے اس خط کا متن احباب کے استفادہ کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے —— (ایڈیٹر)

"میری بیعت خلافت کی وضاحت"

(محترم جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب سابق ایڈیٹر "لائٹ" لاہور)

اس سے قبل کہ "پیغام صلح" میری بیعت خلافت کو رنگ آمیزی اور حاشیہ آرائی کا موضوع بنائے میں خود ہی احباب جماعت کی اطلاع کے لئے وضاحت کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اوّلاً میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کن وجوہات نے مجھے یہ قدم اٹھانے پر آمادہ کیا ہے۔ میں نے یہ قدم اصلاح جماعت کی نیت سے اٹھایا ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام موجودہ اختلاف کو جس نے جماعت کے دو ٹکڑے کر دئے ہیں ناراضگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جیسے ان کے اس الہام سے ان کی قلبی کیفیت کی وضاحت ہو جاتی ہے

"یُصْلِحُ اللّٰہُ جَمَاعَتِی اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی"

یعنی انشاء اللہ اللہ تعالیٰ جماعت کے اس اختلاف کو دور کر کے اصلاح کے راستے پر ڈال دے گا اور جماعت میں اتحاد پیدا کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اختلاف کو دور کرنے کا ایک ہی معقول طریق ہے اور وہ یہ کہ تمام کی تمام جماعت خلافت کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔ خود حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ اس اُمت میں نبوت کا اسی لئے خاتمہ ہوا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے جو دینی راہ پر قوم کو چلائیں گے۔

اس مختصر بیان میں میں مضبوط خلافت کی اہمیت پر زیادہ

نہیں لکھ سکتا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ قومی زندگی کا راز مضبوط مرکز میں ہے۔ تاریخ کی بھی یہی شہادت ہے کہ جُوں جُوں خلافت کمزور ہوتی گئی اِسلامی سلطنت زوال پذیر ہوتی گئی۔ میرے سابقہ اعلانات سے احباب کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ اور میرا اُن کی بیعت کرنا اس تاثر کا منطقی نتیجہ سمجھتا ہوں۔

کافی غور و خوض کے بعد مَیں اِس نتیجہ پر پہنچنے سے گریز نہ کر سکا کہ ہماری جماعتِ لاہور وہی کردار ادا کر رہی ہے جو احمدیت کے مخالفین مولوی محمد حُسین اور مولوی ثناء اللہ کرتے تھے۔ وہ بھی پُورا زور اس پر لگاتے تھے کہ کسی طرح احمدیت کو دُنیا میں فروغ حاصل نہ ہو۔ ہمارے مسلک کا لبّ لباب تقریباً اسی کے برابر ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نام و نشان مٹ جائے۔ ہمارے لٹریچر میں اب یہ ایک کلاسیکی مقولہ بن گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نام لینا سمِّ قاتل ہے۔ اور یہ مسلک مشیّتِ الٰہی کے بالکل اُلٹ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہ ہے کہ احمدیت دُنیا کے دُور دراز کناروں تک پہنچے گی۔ اور ایک وقت آئے گا کہ احمدیوں کی اکثریت ہو گی اور باقی مسلمان اقلیت بن جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ ہمارا قدم اس کے بالکل الٹ جا رہا ہے۔ دُوسری شہادت واقعات کی ہے کہ جب سے ہم نے خدا کے مامور کے دامن پر گرفت کمزور کر دی ہے اللہ تعالیٰ کی نُصرت سے ہم محروم ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک بیّن مثال یہ ہے کہ ہمارا بہت مشہور و معروف مشن جو ہمارا "سرمایۂ ناز" تھا ہم سے چھن گیا ہے۔ ویسے بھی مشاہدہ یہ ہے کہ جماعتِ ربوہ اب روز بروز ترقی پذیر ہے۔ ہمارے اپنے مبلّغین کا اعتراف ہے کہ جو بھی آدمی ہمارے زیرِ تبلیغ ہوتا ہے وہ بالآخر داخلِ جماعت ربوہ میں ہی ہوتا ہے۔

ہمارے ایک کارکن جو جماعت کی تنظیم پر مقرر ہیں انہوں نے اپنے دورۂ جماعت کے بعد مجھے بتلایا کہ جہاں جہاں مَیں گیا جماعت میں ایک مُردنی اور جُمود پایا۔ بالفاظِ دیگر ہم میں بحیثیت جماعت زندگی کی حرارت بہت کم ہو گئی ہے۔ بالفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام، ہم

"زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں"

اگر جماعت لاہور کو میرے اِس مطالعہ سے اختلاف ہو تو بہترین صُورت یہ ہے کہ ایک مجلسِ مناظرہ منعقد کی جائے جس میں دونوں فریق اپنے اپنے دلائل پیش کریں۔ اِس مجلس کی صدارت کے لئے مَیں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا نام پیش کرتا ہوں۔ چاہیئے کہ اِس مجلس میں دونوں جماعتوں کے لیڈر بھی موجود ہوں تاکہ احباب ان کو دیکھ کر ہی اندازہ کر سکیں کہ آسمانی نُور اور سکون کس کے چہرہ پر برس رہا ہے۔

میرے نزدیک اختلاف کی ذمّہ داری بھی اُن احباب پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے خلیفہ اوّل کی وفات پر خلیفہ ثانی کے بکثرتِ آراء سے منتخب ہو جانے کے بعد بھی لاہور میں علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا منصوبہ بنایا۔ حق یہ ہے کہ مَیں خُود اس موقعہ پر موجود تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر تقریباً تمام کی تمام قوم مسجد نُور قادیان میں جمع ہو گئی تھی۔ اور سب نے بالاتفاق رائے حضرت میرزا محمود احمدؒ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اِس قومی اجماع کے بعد انجمن سازی کا رستہ اختیار کرنا انتشار کا رستہ تھا۔

مَیں سمجھتا ہُوں کہ اس اختلاف کے پیدا کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اور اس لئے اس اختلاف کا ازالہ بھی ہمارا اوّلین فرض ہونا چاہیئے۔ بحیثیت اس جماعت کے ایک ممبر کے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا ہے اُس کا اعلان کر دُوں اور وہ یہ ہے کہ ہم سب دامنِ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اسی جذبہ کے تحت سب سے اوّل مَیں خود یہ قدم اٹھاتا ہوں۔

محمد یعقوب خان

۱۳۹ - احمد پارک - لاہور

۴ر دسمبر ۱۹۶۹ء

جماعتی تربیت اور اس کی اہمیت

از مکرم مولوی شبیر احمد صاحب ثاقب۔ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

دنیا میں صرف وہی قوم کامیابی حاصل کر سکتی ہے جس میں تنظیم پائی جاتی ہو جبکہ تنظیم کا تمام تر انحصار محض تربیت پر ہوتا ہے جس قوم کی تربیت جتنی زیادہ بہتر رنگ میں ہوگی اتنی ہی وہ زیادہ منظم ہو کر ترقی کی اعلےٰ منازل کو طے کرتی چلی جائے گی

خدا تعالےٰ نے اس مضمون کو قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر بیان فرمایا ہے اور ان ذرائع کو واضح کیا ہے جن کو اختیار کرنے سے تربیت کا اعلےٰ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! تم میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہنی چاہیئے جو منکروں کی تبلیغ اور مومنوں کی تعلیم و تربیت کے کام میں مصروف رہے۔ اور ایسی جماعت ہی کامیاب و کامران ہوا کرتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں پہلا اصول یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اسلام اس وقت تک کامیاب و کامران ہوتا چلا جائے گا جب تک اس میں تبلیغ کا سلسلہ قائم رہے گا یعنی منکرین کو حق و صداقت کا پیغام پہنچانا اور دلائل قاطعہ و ساطعہ کے ذریعہ سے ان کو اسلام کے اصولوں کا قائل کرنا تاکہ وہ ان اصولوں کو تسلیم کر کے اسلام کو دل میں جگہ دے سکیں

دوسرا اصول جس کے بارے میں آیت مذکورہ میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مومنین کی جماعت کو ہمیشہ نیکی اور عملِ صالح کی تحریک و تلقین کرتے رہنا تاکہ وہ اسلام سے کامل وابستگی اختیار کریں

یہی دو ایسے مبارک اصول ہیں جو اسلام کی ترقی کے لئے دو متوازی خطوں کا حکم رکھتے ہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو کسی صورت میں نظر انداز کیا جا سکے۔ ان اصولوں کے ذریعہ سے ہی دنیا کو اسلام کی اصل حقیقت سے روشناس کروایا جا سکتا ہے۔

تاہم ان دونوں پہلوؤں میں سے بعض اعتبار سے تربیت کا پہلو بہ نسبت تبلیغ کے زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام کو سمجھنے کے لئے تبلیغ والا پہلو اگر جسم کا حکم رکھتا ہے تو تربیت والا پہلو روح کے مترادف ہے۔ کیونکہ اگر ہماری تبلیغ کے نتیجہ میں ساری دنیا کے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں اور وہ صرف نام کے مسلمان ہوں تو ایسے مسلمانوں کا کیا فائدہ صرف تعداد کے ذریعہ سے تو وہ مقصد حاصل نہ ہوگا جس کو قائم کرنے کے لئے اسلام معرضِ وجود میں آیا ہے۔ لیکن اگر اس کے مقابلہ میں بیشک تعداد کم ہو لیکن ان میں اسلام کی تعلیم و تربیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو تو وہ باوجود اپنی قلتِ تعداد کے دنیا کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ ایک بہت بڑی طاقت ہوں گے اور کسی بھی مقابلہ کے وقت ایک سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کا کام دیں گے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ یعنی بہت سی چھوٹی جماعتیں اپنے ایمان و اخلاق کی برتری کی بناء پر خدا کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اور خداوند تعالےٰ ہمیشہ صبر و تحمل کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

جنگ بدر کے موقع پر یہی روح پرور نظارہ دیکھنے میں آیا۔ مسلمان دشمن کے مقابلہ میں تعداد کے اعتبار سے بیشک تھوڑے تھے ساز و سامان کے اعتبار سے بالکل نہتے تھے حالات نہایت ہی ناساز گار تھے لیکن پھر بھی خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو زبردست فتح عطا فرمائی۔ اور اس معجزانہ فتح و نصرت سے ثابت کر دیا کہ خدا تعالےٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن ہونے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

بنا بریں حقیقت یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ تبلیغ کے پہلو سے تربیت کا پہلو کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ہاں اگر تربیتی پہلو کے ساتھ ساتھ تبلیغی پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو یہ امر سونے پر سہاگے کا کام دیگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ اسلام کو جب عظیم الشان ترقی ہوگی تو اس وقت جہاں پر وہ ترقی اپنے ساتھ بہت سارے مسرتوں کو سمیٹے ہوئے ہوگی وہاں پر بہت سارے خطرات بھی درپیش ہوں گے اور ان خطرات کے وقت بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہوگی۔ معاذ اللہ بیکار محض تھا۔

الغرض تربیت کا پہلو تبلیغ کے پہلو سے بہت زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ جسے اسلام نے نہایت ہی اعلےٰ رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اصولی طور پر تربیت کا کام دو حصوں میں منقسم ہے۔ اول یہ کہ بچوں کی تربیت اور دوم یہ کہ بڑی عمر کے لوگوں کی تربیت۔ اگر ان ہر دو طبقوں کی کما حقہٗ تربیت ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان اپنے مقصد کو جلد سے جلد تر حاصل نہ کر سکے۔

چنانچہ اس اصول کے تحت اسلام نے اولاد پیدا ہونے سے قبل ہی تربیت کے ایسے اصولوں پر کاربند ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے جو براہ راست بچے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اولاد کی تربیت نہایت ہی آسان ہوتی ہے۔ شادی ایک ایسا ابتدائی مرحلہ ہے جس سے آئندہ نسل کی تربیت پر [illegible] پڑتا ہے۔ آنحضرت سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ یعنی عام طور پر بیوی کا انتخاب چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے بعض لوگ مال و دولت کی وجہ سے [illegible] کا انتخاب کرتے ہیں بعض حسب و نسب پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور بعض [illegible] اخلاق کے پہلو کو مقدم [illegible] ہیں۔ مگر [illegible] اسلام کے فرزند [illegible] اپنی قسمت خدا تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کی ہے [illegible] ہمیشہ اخلاقی و دینی پہلو کو مقدم رکھو [illegible] سے [illegible] فائدہ [illegible]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو [illegible] کوشش کرنی چاہیئے [illegible] بیوی کا انتخاب کرے [illegible] کی وجہ سے پیدا [illegible] ہو۔ حقیقت یہ ہے [illegible] کے لئے [illegible] جس طرح [illegible] اچھی زمین اور [illegible] فصل پیدا [illegible] اسی طرح [illegible] ماں کی صفات [illegible] اور [illegible] اخلاق [illegible] تربیت [illegible] جب [illegible] باپ [illegible] ہوتا ہے [illegible] اس [illegible] کوئی [illegible] جو ماں کا [illegible] ماں کا دودھ پیتا ہے [illegible] اور نگہداشت ماں کے ذریعہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے بچہ اپنی والدہ کی ہر حرکت کو دیکھتا اور اس کے ہر قول کو بغور سنتا ہے اور پھر ہر بات میں اس کی نقل کرنے کی کوشش

دینداروں کی بات کرتا ہوں

از مکرم غلام نبی صاحب ناظر۔ باڑی پورہ۔ کشمیر

ہوشیاروں کی بات کرتا ہوں — دینداروں کی بات کرتا ہوں
احمدیت ہے آسماں جن کا — ان ستاروں کی بات کرتا ہوں
باغِ احمد میں پھر کھلائے گل — ان بہاروں کی بات کرتا ہوں
سرِّ ایماں سے آگہی پائی — رازداروں کی بات کرتا ہوں
جان دیتے ہیں مال دیتے ہیں — جاں نثاروں کی بات کرتا ہوں
رحم کرتے ہیں جو عدو پر بھی — ایسے یاروں کی بات کرتا ہوں
ہے نہیں لوس جن سے بُتخانہ — ان شراروں کی بات کرتا ہوں
سرورِ دو جہاں کی اُمت کے — غمگساروں کی بات کرتا ہوں
شورِ اغیار ہے بے اثر جن سے — ان [illegible] کی بات کرتا ہوں
مٹ رہی ہے جہاں سے تاریکی — ماہ پاروں کی بات کرتا ہوں

وہ جو منظورِ نظرِ ناظرؔ ہیں
ان نظاروں کی بات کرتا ہوں

کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر باپ کا اپنے بچے سے واسطہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ اگر ماں نیک ہوگی تو بچہ اس کی دن رات خدمت کرکے اور اس کے نقش قدم پر چل کر جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ بہرکیف اس کے لئے سب سے اول نمبر پر ماں کا نیک ہونا نہایت ضروری ہے تبھی تو بچہ اس کی خدمت کرکے جنت تک پہنچے گا۔ اس کے متعلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد بھی ہے: ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء (البخاری)

یعنی ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ ہر مادہ جانور پورا بچہ جنتی ہے۔ اور تم ان میں کوئی کان کٹا بچہ نہیں پاتے۔ مگر بعد میں لوگ جانوروں کے کان کاٹ دیتے ہیں۔

اس ارشاد نبوی سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بچے کا اصل تعلق والدین سے ہوتا ہے۔ جس قسم کے والدین ہوں گے اسی قسم کے بچے ہوں گے۔ پس صحیح تربیت کے لئے اسلام کا سب سے اولین حکم یہ ہے کہ بیوی کا انتخاب نیکی و تقوے کے معیار پر ہونا چاہیئے۔ اس سے اگلا قدم جو تربیت کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے پیدا ہونے پر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بچے کو ابتدائی مرحلہ پر ہی بالقوہ طور پر تربیت کے لئے تیار کیا جانا چاہیئے۔ اس فرمان پر بعض لوگوں کا یہ گمان کہ بچہ تو ابھی بالکل چھوٹا ہے یہ اس کلام کو کیونکر سمجھے گا۔ اور اس قدر احتیاط کی کیا ضرورت ہے جب بڑا ہوگا تو سمجھا لیں گے۔ مگر یہ گمان حقیقت کے خلاف ہے۔ ماہر نفسیات اس نکتہ کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بچہ کا وجود اس دنیا میں آتے ہی ماحول کی آغوش میں آجاتا ہے۔ اور خارجی اثرات اس پر اثر انداز ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد بچہ جب اپنی نیم شعوری کے زمانہ کو پہنچتا ہے تو اس وقت اسلام اس کی تربیت کے لئے ایک اور اصول پیش کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے نزدیک یہی وہ عمر ہے جب اس کی معین اور براہ راست تربیت کے زمانہ کا آغاز ہو چکا ہوتا ہے چنانچہ اسلام نے اس زمانہ کے لئے تمام ہدایات سے مقدم نماز کی ہدایت کو رکھا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مُرُوا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین (ابوداؤد)

یعنی جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تلقین کرو اور جب بچہ دس سال کا ہو جائے اور نماز میں سستی کرے تو اسے مناسب سرزنش کرو۔

مطلب یہ کہ اگر کوئی عبادت ابتدائی طور پر انسان کو کامیاب بنا سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف نماز ہے۔ اس میں ایک انسان کا رابطہ جہاں خدا تعالےٰ سے مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے وہاں خدا تعالےٰ اس کو دیگر مختلف روابط کو نباہنے کا سبق سکھلا رہا ہوتا ہے تاکہ وہ وقت آنے پر اپنے جملہ فرائض بآسانی سرانجام دے سکے۔

اس بچپن کی تربیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی تربیت اور غور و پرداخت کے لئے بھی خصوصی طور پر تاکید فرمائی۔ آج کی لڑکیاں کل قوم کی مائیں بننے والی ہوتی ہیں۔ اگر آج ہی ان کی تربیت اچھی طرح سے ہو جائے۔ خدا اور اس کے رسول کی ایک تعلیم اور اس کی حکمت ان کے ذہن میں مستحضر ہو کر وہ ان پر عملی رنگ میں کاربند بھی ہو جائیں۔ تو کل ان سے پیدا ہونے والی اولاد بھی نیک ہوگی۔ وہ بھی خادم دین ہوگی۔ ان کے ذہنوں میں بھی خدمت دین کا جذبہ کارفرما ہوگا۔ اور اس تواتر سے آئندہ ساری نسلیں نیک بنتی چلی جائیں گی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ من کانت لہ انثیٰ فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا ادخلہ اللہ الجنۃ۔ یعنی جس شخص کو اللہ تعالےٰ لڑکی عطا فرمائے اور وہ اس کی تربیت کی طرف سے غافل ہو کر اسے عملاً زندہ درگور نہ کر دے اور اس کے ساتھ اکرام و احترام سے پیش آئے اور اپنی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہ دے تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ اس کے اس نیک عمل کے نتیجہ میں جنت کا وارث بنا دے گا۔

اسلام کی یہ تعلیم ایسی بنیادی تعلیم ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آئندہ نسل اعلےٰ رنگ میں تربیت یافتہ نہ بن سکے۔

اسلام ایک کامل جامع اور عالمگیر مذہب ہے۔ اس کا یہ دعوےٰ ہے کہ جو شخص بھی اس کی تعلیم پر کما حقہ کاربند ہوگا اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ خدا تعالےٰ خود اس انسان کو دینی و دنیوی ترقیات سے مالا مال کریگا بلکہ وہ شخص دوسروں کے لئے بھی رشد و ہدایت کا موجب بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عمر کے ساتھ ساتھ تربیت کے اصول بھی جداگانہ بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں کو الرجال قوامون علی النساء کے اصول کے مطابق اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے اخلاق و عادات کا خیال رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں اور ان کو ہر ایسے فعل سے روکیں جو ان کو تباہی کے گڑھے کی طرف لے جانے والا ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ یعنی اے مومنو! تمہارا فرض ہے کہ نہ صرف خود نیک ہو بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی بے دینی اور زندیقیت کی آگ سے بچاؤ۔

اس آیت کریمہ میں لفظ اھل فرما کر خدا تعالےٰ نے ایک بہت بڑے مفہوم کو بڑے ہی اعلےٰ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اس میں جہاں بیوی اور بچوں اور دوسرے رشتہ داروں کا ذکر ہے وہاں پر اس میں نوکر چاکر اور ہر قسم کے خدمتگار بھی شامل ہیں۔ ان تمام کی تعلیم و تربیت اور ربوبیت کی ذمہ داری پورے طور پر مردوں پر عاید ہوتی ہے۔ ایک اور ارشاد یہ ہے کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ یعنی اے مومنو! تم میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا محافظ و نگران ہے۔ اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

آنحضرت صلعم کے اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے کتنی سختی کے ساتھ اپنے ماتحتوں کی تربیت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور تربیت میں ذرا بھی کوتاہی برتنے پر اسے جوابدہ قرار دیا ہے۔

تعلیم و تربیت کا ایک اور پہلو جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے معمولی نہیں یہ ہے کہ کسی معاشرہ کی تربیت کے لئے اس قسم کا ماحول بھی ہونا ضروری ہے جو اس مقصد کو کامیاب بنانے میں ممد و معاون ہو۔ اور ایسے اسباب میسر آسکیں جو تربیت کی غرض کو پورا کرنے والے ہوں۔ اس اعتبار سے فی الوقت عام مسلمانوں کی تربیت کی ضرورت ہے وہاں پر مقدم طور پر خود جماعت کی تربیت ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان کے ذہنوں میں قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور سنت کو راسخ کر دیا جائے تاکہ وہ ان کی حکمتوں کو سمجھیں اور اپنے وجود کو ان تعلیمات کے سانچے میں اس طور پر ڈھال لیں کہ ان کا وجود سراپا اسلام بن جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماعت کی تربیت اس رنگ میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہی ہوگا کہ بنیادی طور پر ہر شخص کے دل میں خدا تعالےٰ کے وجود پر پختہ یقین اور اس کی خشیت پیدا کرنے سے ہی یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی احمدی میں پختہ ایمان اور یقین کا یہ مطلب ہے کہ وہ قرآن مجید کے تمام احکام کے سامنے اپنی گردن بالکل اسی طرح رکھ دے جس طرح ایک قربانی کے جانور کی گردن ذبح کرنے والی چھری کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ۔ یعنی سچا مسلمان جو اپنے آسمانی آقا کی طرف سے کامل اجر پانے کا مستحق ہو صرف وہ ہے جو اپنے آپ کو کلیتہً خدا تعالےٰ کی مرضی پر چھوڑ دے۔

اس آیت کریمہ میں تربیت کا ایک بہت بڑا سبق سکھلایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی انسان کے پاس ہو وہ اسے اپنا تصور نہ کرے بلکہ ہمیشہ اس کے دل میں یہی خیال ہو کہ یہ نعمت خدا تعالےٰ کی عطا ہے اور اسی کی امانت ہے۔

ایمان کا اصل مدار تقوےٰ پر ہے۔ یہ کسی عمل کا نام نہیں بلکہ یہ چیز دل سے تعلق رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کے دل میں نیکی کی سچی روح اور حقیقی جذبہ کارفرما نہ ہوگا اس وقت تک وہ اس نیکی کو کما حقہ بجا نہیں لا سکے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

تقوےٰ کے مضمون کو اسلام نے بڑی اہمیت دی ہے کیونکہ انسان کی روحانی ترقیات اور نجات کا دارومدار اسی پر ہے۔

اسلام نے نماز کی پابندی پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حقیقی نماز ہر قسم کی برائیوں سے روکتی ہے۔ نماز خدا تعالیٰ کا حق ہے اور عظیم الشان عمل صالح ہے کیونکہ یہ بندے اور خدا کے درمیان ذاتی تعلق قائم کرواتی ہے۔ بشرطیکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔

نماز میں سب سے اہم چیز دعا ہے اور دعا کو نماز کا مغز قرار دیا گیا ہے جس کے ذریعہ ایک ناچیز انسان اپنے معبود حقیقی کے سامنے اپنے عجز اور خدا تعالیٰ کی سطوت کا اقرار کرتا ہے۔

پس اسلام نے اپنے تمام متبعین کے اندر نیکی اور تقوےٰ پیدا کرنے کے لئے تربیت پر بہت زور دیا ہے۔ ہماری جماعت جسے اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اصلاح خلائق کے لئے قائم فرمایا ہے کو تربیت کے کام پر بہت توجہ دینی چاہیئے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسلام کی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین ۔

مسلمانوں کا ماضی - حال - اور مستقبل

بقیہ صفحہ ۱۸

"ایک عام یورپین کے ذہن میں مسلمانوں کا جو تصور ہے وہ بدنام کرنے والا ہے - وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ وہ گویا ایک جنگجو انسان ہوتا ہے - سؤر کے گوشت سے اجتناب کرتا ہے - ریت سے ہاتھ صاف کرتا ہے - سر پر پگڑی سی ہوتی ہے (اور عورت) اور عیش و مسرت کا بہت دلدادہ ہوتا ہے - مگر ـــ یہ تصور بالکل بدل جاتا ہے جب ایک شخص ہالینڈ میں کام کرنے والے احمدیہ مشن سے تعلق قائم کرے - یہ مشن تلوار سے اسلام پھیلانے کا قائل نہیں "

اسی طرح ایک اور مذہبی مجلہ "[illegible] weesp [illegible] Courant" جو ڈچ ریفارمڈ چرچ کا اخبار ہے، اپنی ۱۹ فروری ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ :-

"اسلام کوئی ایسا پسماندہ اور پرانی وضع کا مذہب نہیں جو وقت کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے بلکہ کروڑہا انسانوں کے لئے ایک زندہ مذہب کا درجہ رکھتا ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ہمارے پڑوسیوں کا مذہب اسلام ہو .... ہمیں بتایا جاتا تھا کہ اسلام تو چند روز کی بات ہے اس کا نام و نشان ہی مٹ جائے گا - مگر اب معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے - اسلام آج دنیا میں سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے ...... دراصل اسلام کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع اور گہرا ہے جو بظاہر یہاں نظر آتا ہے یا خیال کیا جاتا ہے "

ایک خوشکن اضطرابی کیفیت

جیسے جیسے سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے ویسے ویسے کلیسائی حلقوں میں ایک عجیب سی بے چینی اور خوشکن اضطراب کے آثار بھی نمایاں ہوتے جا رہے ہیں ایک ایسا اضطراب جسے ذہنی شکست کے نام سے تعبیر کیا جا سکے - اور ایک ایسی بے چینی جو مدِ مقابل کے زورِ بازو کا احساس کر کے پیدا ہوتی ہے چنانچہ مسٹر Lymdin P. Harries اپنی کتاب "Islam in East Africa" میں اپنی اور اپنے ہمنواؤں کی اسی قلبی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :-

"موجودہ صدی کی ابتدا میں عیسائی مصنفین اس بات کے دعویدار تھے کہ اسلام بغیر سیاسی اقتدار کے کوئی حیثیت نہیں رکھتا - اور اس وجہ سے افریقہ میں اسلام کا نام مٹ جائے گا "

ـــ (مگر) ـــ

..... اب اس دعویٰ کو ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں - اسلام کا چیلنج بدستور قائم ہے بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر خطرناک صورت میں "

ایک اور عیسائی مصنف ایس - جی - ولیم پروفیسر غانا یونیورسٹی کالج اپنی کتاب Christ or Mohammad میں لکھتے ہیں :-

"..... تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد احمدیت کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے اور یقیناً یہ (صورتحال) عیسائیت کے لئے کھلا چیلنج ہے "

شاندار مستقبل

ذہنوں میں رونما ہونیوالا یہ انقلاب اور دلوں میں گھر کر جانیوالی یہ بے چینی ہمارے لئے امروز کا وہ آئینہ ہے جس میں اسلام کے خوش آئند اور تابناک فردا کا عکس بخوبی دیکھا جا سکتا ہے - آج کا یورپ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر جسطرح چھایا ہوا ہے اس کے پیشِ نظر یہ تصور کہ ایک دن یورپ کی یہ بساط پلٹ دی جائیگی دوسروں کے لئے خواہ کتنا ہی تعجب خیز ہو مگر ہمارے نزدیک یہ انقلاب ہرگز ناممکن نہیں ہو سکتا - اسلام کے حقیقی پرستار ہوتے ہوئے ہم پر یہ جمود کیوں طاری ہو اور لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کے ایمان افروز نظاروں کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ہم کیوں مایوس ہوں - زندہ قومیں تو ہزارہا سال تباہ و برباد رہ کر پنپتی اور نشو و نما پاتی ہیں - جبکہ ہماری فتح و نصرت تو خدا تعالیٰ کی وہ تقدیر ہے جس کے نوشتے ہر صورت پورے ہو کر رہتے ہیں - ہمارا مستقبل کتنا روشن اور کتنا تابناک ہے اس کا عکس خود دوسروں کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیے - ایمسٹرڈم کا ایک روزنامہ اپنی ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں اسلام کے امروز و فردا کی صحیح رنگ میں عکاسی کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ اور احمدیہ مشن کی سرگرمیوں کو معمولی نہ خیال کیا جائے جماعت احمدیہ محمد (فداہ نفسی) کی تعلیم کے لئے بہت روشن مستقبل کے خواب دیکھ رہی ہے - اور خاص طور پر یورپ میں ...... جب تک یورپ پھر سے ایک دفعہ پورے طور پر متحد ہو کر مسلمانوں کے اس محاذ کا مقابلہ نہ کرے اس وقت تک یہ سیلاب رکنے والا نہیں "

مگر کوئی کیا جانے کہ یہ سیلاب وہ نہیں جو انسانی تدبیروں سے روکے جا سکیں بلکہ یہ بپھرتا اور جوش مارتا ہوا وہ سیلِ عظیم ہے جس کے سامنے پہاڑوں کو بھی سرنگوں ہونا پڑتا ہے - اور سمندر بھی اپنی تباہ کاریاں فراموش کر دیتے ہیں - اسلام کے روشن مستقبل کا یہ وہی خاکہ ہے جس میں رنگ بھرنے کے لئے آج جماعتِ احمدیہ کا ہر فرد اپنی جان و مال کی بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر رہا ہے یہ عکس ہے اس تصویر کا جس کے بارے میں آج سے پون صدی قبل خدا تعالیٰ کے ایک جری پہلوان نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ :-

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے - اور وہ آفتاب اپنے کمال کے ساتھ چڑھیگا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے " (فتح اسلام ص۱۱)

لیکن ـــ اسلام کا یہ روحانی غلبہ بحیثیت قوم ہر فردِ ملت پر کچھ فرائض بھی عائد کرتا ہے وہ ذمہ داریاں کونسی ہیں اور ہم کیونکر اُن سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ خود طبیبِ روحانی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے حضورؑ فرماتے ہیں :-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے - وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا ...... یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے " (ایضاً)

خدا کے لئے مرد میدان ہو تم
کہ اسلام چاروں طرف سے گھرا ہے

اداریہ بقیہ صفحہ ۲

پس جماعتِ احمدیہ کے دونوں مراکز میں آنے والا ہر شخص بالعموم اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آنے والے کثیر التعداد سامعینِ جلسہ میں سے ہر ایک شخص اس پیشگوئی کی صداقت کا زندہ گواہ بنتا ہے - اس واضح نشان کو دیکھ لینے اور اس کی تفصیلات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد ہر سعید الفطرت انسان کا فرض ٹھہرتا ہے کہ وہ خالی بالطبع ہو کر اس زمانہ کے مامور مسیح موعود و مہدی معہود کے دعویٰ پر غور کرے اور دیکھے کہ خدا کی فعلی شہادت جب اس جماعت کے حق میں ہے - تو اس سے دُور رہنا کوئی اچھی بات نہیں - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس حقیقت کے پرکھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق دے

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

مسلمانوں کا ماضی - حال - اور مستقبل

بقیہ صفحہ ۱۸

"ایک عام یورپین کے ذہن میں مسلمانوں کا جو تصور ہے وہ بدنام کرنے والا ہے - وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ وہ گویا ایک جنگجو انسان ہوتا ہے - سؤر کے گوشت سے اجتناب کرتا ہے - ریت سے ہاتھ صاف کرتا ہے - سر پر پگڑی سی ہوتی ہے (اور عورت) اور عیش و مسرت کا بہت دلدادہ ہوتا ہے - مگر ـــــ یہ تصور بالکل بدل جاتا ہے جب ایک شخص ہالینڈ میں کام کرنے والے احمدیہ مشن سے تعلق قائم کرے - یہ مشن تلوار سے اسلام پھیلانے کا قائل نہیں"

اسی طرح ایک اور مذہبی مجلہ "Nieuwe Weesper Courant" جو ڈچ ریفارمڈ چرچ کا اخبار ہے اپنی ۱۹ فروری ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ :-

"اسلام کوئی ایسا پسماندہ اور پرانی وضع کا مذہب نہیں جو وقت کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے بلکہ کروڑہا انسانوں کے لئے ایک زندہ مذہب کا درجہ رکھتا ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ہمارے پڑوسیوں کا مذہب اسلام ہو .... ہمیں بتایا جاتا تھا کہ اسلام تو چند روز کی بات ہے اس کا نام و نشان ہی مٹ جائے گا - مگر اب معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے - اسلام آج دنیا میں سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے ...... دراصل اسلام کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع اور گہرا ہے جو بظاہر یہاں نظر آتا ہے - یا خیال کیا جاتا ہے"

ایک خوشکن اضطرابی کیفیت

جیسے جیسے سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے ویسے ویسے کلیسائی حلقوں میں ایک عجیب سی بے چینی اور خوشکن اضطراب کے آثار بھی نمایاں ہوتے جا رہے ہیں ایک ایسا اضطراب جسے ذہنی شکست کے نام سے تعبیر کیا جا سکے - اور ایک ایسی بے چینی جو مد مقابل کے زور بازو کا احساس کر کے پیدا ہوتی ہے چنانچہ مسٹر P. Harries اپنی کتاب "Islam in East Africa" میں اپنی اور اپنے ہمنواؤں کی اسی قلبی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :-

"موجودہ صدی کی ابتدا میں عیسائی مصنفین اس بات کے دعویدار تھے کہ اسلام بغیر سیاسی اقتدار کے کوئی حیثیت نہیں رکھتا - اور اس وجہ سے افریقہ میں اسلام کا نام مٹ جائے گا"

ــــ (مگر) ــــ

"..... اب اس دعویٰ کو ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں - اسلام کا چیلنج بدستور قائم ہے بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر خطرناک صورت میں"

ایک اور عیسائی مصنف ایس - جی - ولیمز پروفیسر غانا یونیورسٹی کالج اپنی کتاب Christ or Mohammad میں لکھتے ہیں :-

"..... تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک نمایاں تعداد احمدیت کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے اور یقیناً یہ (صورت حال) عیسائیت کے لئے کھلا چیلنج ہے"

شاندار مستقبل

ذہنوں میں رونما ہونیوالا یہ انقلاب اور دلوں میں گھر کر جانیوالی یہ بے چینی ہمارے لئے امروز کا وہ آئینہ ہے جس میں اسلام کے خوش آئند اور تابناک فردا کا عکس بخوبی دیکھا جا سکتا ہے - آج کا یورپ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر بزعم خود چھایا ہوا ہے اس کے پیش نظر یہ تصور کہ ایک دن یورپ کی یہ بساط پلٹ دی جائیگی دوسروں کے لئے خواہ کتنا ہی تعجب خیز ہو مگر ہمارے نزدیک یہ انقلاب ہرگز ناممکن نہیں ہو سکتا - اسلام کے حقیقی پرستار ہوتے ہوئے ہم پر یہ جمود کیوں طاری ہو اور لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کے ایمان افروز نظاروں کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ہم کیوں مایوس ہوں - زندہ قومیں تو ہزارہا سال تباہ و برباد رہ کر پنپتی اور نشو و نما پاتی ہیں جبکہ ہماری فتح و نصرت تو خدا تعالیٰ کی وہ تقدیر ہے جس کے نوشتے بہر صورت پورے ہو کر رہتے ہیں - ہمارا مستقبل کتنا روشن اور کتنا تابناک ہے اس کا عکس خود دوسروں کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیے - ایمسٹرڈم کا ایک روزنامہ اپنی ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں اسلام کے امروز و فردا کی صحیح رنگ میں عکاسی کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ اور احمدیہ مشن کی سرگرمیوں کو معمولی نہ خیال کیا جائے جماعت احمدیہ محمد (فداہ نفسی) کی تعلیم کے لئے بہت روشن مستقبل کے خواب دیکھ رہی ہے - اور خاص طور پر یورپ میں ...... جب تک یورپ پھر سے ایک دفعہ پورے طور پر متحد ہو کر مسلمانوں کے اس محاذ کا مقابلہ نہ کرے اس وقت تک یہ سیلاب رکنے والا نہیں"

مگر کوئی کیا جانے کہ یہ سیلاب وہ نہیں جو انسانی تدبیروں سے روکے جا سکیں بلکہ یہ بپھرتا اور جوش مارتا ہوا وہ سیل عظیم ہے جس کے سامنے پہاڑوں کو بھی سرنگوں ہونا پڑتا ہے - اور سمندر بھی اپنی تباہ کاریاں فراموش کر دیتے ہیں - اسلام کے روشن مستقبل کا یہ وہی خاکہ ہے جس میں رنگ بھرنے کے لئے آج جماعت احمدیہ کا ہر فرد اپنی جان و مال کی بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر رہا ہے یہ عکس ہے اس تصویر کا جس کے بارے میں آج سے پون صدی قبل خدا تعالیٰ کے ایک جری پہلوان نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ :-

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے - اور وہ آفتاب اپنے کمال کے ساتھ چڑھیگا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے" (فتح اسلام صفحہ ۱۱)

لیکن ـــ اسلام کا یہ روحانی غلبہ بحیثیت قوم ہر فرد ملت پر کچھ فرائض بھی عائد کرتا ہے وہ ذمہ داریاں کونسی ہیں اور ہم کیونکر اُن سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ خود طبیب روحانی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے حضور فرماتے ہیں :-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے - وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا ..... یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے"

(ایضاً) ؎

خدا کے لئے مرد میداں بنو تم
کہ اسلام چاروں طرف سے گھرا ہے

اداریہ

بقیہ صفحہ ۲

پس جماعت احمدیہ کے دونوں مراکز میں آنے والا ہر شخص بالعموم اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آنے والے کثیر التعداد سامعین جلسہ میں سے ہر ایک شخص اس پیشگوئی کی صداقت کا زندہ گواہ بنتا ہے - اس واضح نشان کو دیکھ لینے اور اس کی تفصیلات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد ہر سعید الفطرت انسان کا فرض ٹھہرتا ہے کہ وہ خالی بالطبع ہو کر اس زمانہ کے مامور مسیح موعود و مہدی معہود کے دعویٰ پر غور کرے اور دیکھے کہ خدا کی فعلی شہادت جب اس جماعت کے حق میں ہے - تو اس سے دُور رہنا کوئی اچھی بات نہیں - دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس حقیقت کے پرکھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق دے ؎

عاشق دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

ـــــ ٭ ـــــ

REGD. No. P. 67

PHONE NO. 35

The

Weekly BADR Qadian

Editor :- Mohammad Hafeez Baqapuri.

Assistant Editor :- Khurshid Ahmad Anwar.

Price:— 50 nP.

Volnme No. 18 | 18th, 25th, Fatah 1348—— 18th, 25th, December, 1969. | Issue No. 51,52

English Litrature About Ahmaddiyyat And Islam

THE HOLY QURAN:- Price Rs. 12/-
With English Translation.
Hindi Translation Part I
Price Rs. 1/-

LIFE OF MOHAMMAD:- (BOUND) Rs. 5/-
From the Introduction to the Study of the Holy Quran. By Hazrat Mirza Basheeruddin Mahmood Ahmad, Khalifatul Masih II. A marvel ous presentation of the life of the Holy Prophet.

THE PHILOSOPHY OF TEACHING'S OF ISLAM:- Rs. 3/-
By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad. The most brilliant exposition of the teachings of Islam in every aspect. Urdu Rs. 1/25 NP.
Hindi Rs. 3/- Punjabi Rs. 2/-

AHMADIYA MOVEMENT: (BOUND) Rs. 1/25
By Mirza Basheeruddin Mahmood Ahmad read on the 23rd Sept. 1924 at the convention of living religions of the Empire, London. A lucid presentation of Ahmadiyyat as the living Religion of the world.

AHMADIYYAT OR THE TRUE ISLAM:- Rs. 6/-
By the same Author. An expanded version of the Ahmadiyya Movement.

JESUS IN INDIA:- Rs. 2/25
By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad. For the first time in the History of Christianity the Bible quoted to prove that Jesus did not die upon the cross.

THE TOMB OF JESUS:- Rs. 2/25
By Soofi Mutiurrahman Bengali M. A. American Missionary. A simple and brief presentation of the life of Jesus from the bigining of His Mission to His grave in Kashmir.

WHERE DID JESUS DIE?:- Rs. 2/25
By J. D. Shams. The book which shocked the christian world to an everlasting silence.

TRUTH ABOUT KHATM-E-NABUWAT:- Rs. 1/50
By Hazrat Mirza Basheer Ahmad M.A. The exact meaning of Khatm—e—Nabuwat explained in a language which everybody could understand. Urdu Rs. 1/-

FOUR QUESTIONS BY A CHRISTIAN:- Rs. 1/-
By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad. A comparative study of Islam and Christianity on the subject of salvation love and sacrifice. Urdu Rs.-/50 NP.

LAST MESSAGE OF THE PRINCE OF PEACE:- Rs .-30
By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad. The need of Hindu Muslim unity, respect for all religions leaders and International understanding have been discussed in this booklet.

AN INTERPRITATION OF ISLAM:- Rs. -/30 NP.
By Lunra Veccia Vaglieri. Translation from Italian. An impartial discussion by a western lady.

THE ECONOMIC STRUCTURE OF ISLAM:- Rs. 2/-
By Hazrat Mirza Basheeruddin Mahmood Ahmad. Ecnomic structure discussed by the Quran presented in a lucid and easily understandable form. Urdu Rs. 1/50.

THE NEW WORLD ORDER:- Rs. 1/75
By the Same Author. Only the "Order" presented by the Holy Quran can find salvation for the suffering millions. All other "Orders" will fail. Urdu Rs. 1/50.

N.B:— Postage and Packing Extra.

(ADDRESS)

NAZIR DAWAT-O-TABLIGH, QADIAN. (PUNJAB.)